سلسلۂ کتب درسیۂ سررشتۂ تعلیمات

سرکار نظام الملک آصفجاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

رسالۂ دینیات

حصۂ ششم

براے جماعتِ ششم

مرتبۂ

مجلس نصاب کتب (شعبۂ دینیات و اخلاقیات)

سنہ ۱۳۴۴ ف م سنہ ۱۹۳۵ ع

مطبوعۂ دار الطبع سرکار عالی حیدر آباد دکن

اول (۵۰۰۰) قیمت (۱۲) آنے

سلسلۂ کتب درسیۂ سررشتۂ تعلیمات

سرکارِ نظام الملک آصفجاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

رسالۂ دینیات

حصۂ ششم

برائے جماعتِ ششم

(مرتبۂ)

مجلسِ نصاب کتب (شعبۂ دینیات و اخلاقیات)

سنہ ۱۳۴۴ف ۱۹۳۵ء

مطبوعۂ دار الطبع سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

فوٹو آفسٹ

(بار اول) (قیمت (۱۴؍) آنے)

فہرستِ مضامین

رسالہ دینیات حصہ ششم

تمہید

یہ رسالۂ دینیات مجلس نصاب (شعبۂ دینیات و اخلاقیات) کے زیر اہتمام مرتب ہوا ہے۔

اس سلسلے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عقائد و عام فقہ کے مسائل کے علاوہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور دوسرے رسولوں اور پیغمبروں علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اکابرِ اسلام مثلاً ائمہ و اولیا کے پُرکیف واقعات نیز اسلامی اخلاق کی تفصیلات جن سے بچوں کی فطرت پر اچھا اثر مرتب ہو اُن کے استعدادی مدارج کا لحاظ رکھتے ہوئے حسبِ موقع درج کئے گئے ہیں۔ ایسے مسائل قصداً ترک کردئے گئے ہیں جن کا جاننا بچوں کے لئے قبل از وقت ہے۔ اذکار و ادعیہ وغیرہ اور اُن کے تحلیلی اور اجمالی ترجمے بھی حسبِ ضرورت لکھدئے گئے ہیں۔

اصحابِ ذیل کا جنہوں نے مختلف حیثیتوں سے مختلف مراحل پر اس کی تکمیل میں مدد دی ہے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مولوی محبوب الحسن صاحب مولوی کامل مزید شکریے کے مستحق ہیں اس لئے کہ صاحبِ موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں خاص حصہ لیا ہے۔

(۱) الحاج مولوی سید محی الدین صاحب بی۔اے۔ بار ایٹ لا پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد۔
(۲) الحاج مولوی عبد القدیر صاحب صدیقی پروفیسر کلیۂ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔
(۳) الحاج مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی " "
(۴) الحاج مولوی عبد الباری صاحب ندوی " "
(۵) مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی مددگار معتمد سرکار عالی صیغۂ عدالت و کوتوالی و امورِ عامہ
(۶) مولوی شیخ ابو الحسن صاحب بی۔اے۔ بی ٹی صدر مہتمم تعلیمات صوبۂ اورنگ آباد۔
(۷) مولوی عبد الرشید صاحب صدیقی بی۔اے۔ بی ٹی زائد مددگار ناظم تعلیمات۔
(۸) مولوی محبوب الحسن صاحب مولوی کامل مددگار مدرسۂ فوقانیۂ عثمانیۂ چنچل گوڑہ

فضل محمد خان
ناظم تعلیمات ملک سرکارعالی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

منہ میں گویا ہے زباں حمد الٰہی کے لئے
دل سپاس کرم نامتناہی کے لئے

حق تو یہ ہے کہ دو عالم کا ہے ذرہ ذرہ
وحدت و قدرت و حکمت پہ گواہی کے لئے

در پہ اُس قادر بیچوں کے گدا کا سر کیا؟
وہ بھی جھکتا ہے جو ہے افسر شاہی کے لئے

سلطنت اُس کی ہے ملک اس کا ہے فرماں اُس کا
مختصر یہ کہ خدائی ہے۔ خدا ہی کے لئے

حشر ہنگامہ اُٹھاتا ہے۔ اُٹھائے کیا خوف
رحمت حق ہے یہاں پشت پناہی کے لئے

آگ میں زندہ سمندر کو وہی رکھتا ہے
آب میں رزق رساں ہے وہی ماہی کے لئے

مرہم زخم وہی خستہ دلوں کے حق میں
مشعل راہ وہی رہرو و راہی کے لئے

یاد حق باعث آبادی و شادابی ہے
دل جو غافل ہے وہ مسکن ہے تباہی کے لئے

خرقہ کس کام کا جب تک نہ ہو درویش جلیل
جامۂ حرب تو زیبا ہے سپاہی کے لئے

نواب فصاحت جنگ جلیل

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت

افلاک پہ بھی نام ہے محبوبِ خدا کا
چرچا سحر و شام ہے محبوبِ خدا کا

عاقل وہی، کامل وہی، ہشیار وہی ہے
جو مستِ مئے جام ہے محبوبِ خدا کا

کہتی ہے جسے خلق کلیدِ درِ فردوس
وہ نامِ خدا نام ہے محبوبِ خدا کا

احمدؐ پہ میں قربان، محمدؐ پہ تصدق
محبوب ہر اک نام ہے محبوبِ خدا کا

نبیوں سے ہوا ذکرِ شفاعت جو دمِ حشر
سب بولے کہ یہ کام ہے محبوبِ خدا کا

دیں دار ہو کوئی، کہ خطاکار ہو سب پر
یکساں کرمِ عام ہے محبوبِ خدا کا

کیوں اُمتِ مرحومہ نہ محبوبِ خدا ہو
یہ مذہبِ اسلام ہے محبوبِ خدا کا

وہ کام کرو جس سے ملیں حشر میں ہم تم
اُمت کو یہ پیغام ہے محبوبِ خدا کا

کہتا ہے جلیلؔ آج جسے سارا زمانہ
اِک بندۂ بے دام ہے محبوبِ خدا کا

نواب فصاحت جنگ جلیلؔ

ارکان اسلام

ارکان رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنی سُتون کے ہیں جس پر کوئی چیز ٹھیری ہوئی اور قائم ہو۔ ارکانِ اسلام سے وہ چیزیں مُراد ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اور وہ پانچ ہیں: پہلا رُکن کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کی تصدیق اور اقرار، دوسرا رکن نماز، تیسرا رُکن زکوٰۃ، چوتھا رُکن روزہ، پانچواں رُکن حج۔

پہلا رُکن کلمۂ طیّبہ یا کلمۂ شہادت

کلمۂ طیبہ۔ | لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں۔

کلمۂ شہادت | اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ:۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس بات کی (بھی) گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

کلمے کا حکم | مُسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کلمے کے معنے اور مطلب کو سمجھ کر دل سے اُس کا یقین و اعتقاد اور زبان سے اقرار کرے۔ لیکن گونگے کے لئے مجبوراً اشارے سے تصدیق و اقرار کافی ہے۔

کلمے کی اہمیت اور فائدے | کلمے کے مانے بغیر انسان اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور خدا کا باغی ہوتا ہے۔ اُس کی کوئی نیکی اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔ کلمے کا کہنے والا اللہ کے سوا تمام چیزوں سے اُلوہیت اور معبود ہونے کی صفت کی نفی کرتا ہے۔ اور شرک کے بدترین

گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا وہ تمام چیزوں کو سراپا احتیاج اور بالکل خدا کے اختیار میں سمجھتا ہے۔ اس لئے اُس میں تمام اخلاقی خوبیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور تمام بُری خصلتیں اُس سے زائل ہو جاتی ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ کسی دوسرے کوئی اُمید نہیں رکھتا۔ وہ مصیبت اور دُکھ درد میں صابر، اور راحت و آرام میں شاکر ہوتا ہے۔ خودداری اور عزتِ نفس کے بلند مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے سوا کسی کو نفع اور ضرر کا مالک نہیں جانتا۔ حق گوئی اور راستبازی اُس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ وُہ کسی سے خوف اور اُمید نہیں رکھتا۔ عجز و خاکساری، بندگی اور بے چارگی اُس کی زندگی بن جاتی ہے۔ کیونکہ وُہ خدا کے اختیار و قدرت، عظمت و جلال کے آگے خود کو اور ساری قوتوں کو ہیچ پوچ اور سراپا نیاز سمجھتا ہے۔ غرور و تکبر، حرص و ہوس، ریا اور دکھاوے۔ غرض تمام بدترین صفتوں سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کو خدا جانتا ہے اور "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے" کا جلوہ اُس کی آنکھوں میں سمایا ہُوا ہوتا ہے۔ غرض ایک سچا اور اچھا انسان بننے کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے۔ وہ سچے کلمہ گو میں پوری طرح جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ صحیح معنوں میں بندۂ خدا اور مخلوقِ خدا کا ہمدرد ہوتا ہے۔
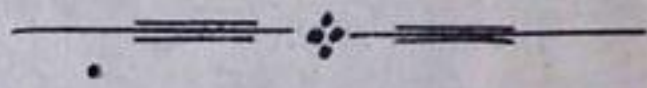
دوسرا رُکن نماز

جب تک رہے یہ دم مرا میرے وجود میں
ہر دم رہے خدا کے حضور و شہود میں
بس جائے بس خدا ہی مرے ہست و بود میں
نکلے دمِ اخیر بھی میرا سجود میں
اُٹھے زمیں سے لاش تو اُٹھے نماز میں
مر کر بھی ہو نہ چوک خدا کے نیاز میں

تمہید | نماز کیا ہے؟ اُس باعظمت و جلال معبود کے آگے اپنی عاجزی اور ذلّت کو پیش کرنا ہے جو اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ دُنیا جہان کی ساری شان و شوکت اُس کے فضل و کرم کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ جس کو جو کچھ ملا ہے اُسی سے ملا ہے۔ سب اُس کے عاجز بندے، وہ سب کا مالک اور خدا ہے۔ دُنیا کی باہیبت ہستیاں اُس کی ہیبت سے لرزاں ہیں۔ فرعون کو آن کی آن میں غرق کرنے والا، اور نمرود کو ذلّت کے ساتھ فنا کے گھاٹ اُتارنے والا ہے۔ انبیا اور اولیا اُس کے آگے سرِ نیاز خم کرنے والے اور اُسی کو نفع نقصان کا مالک جاننے والے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس نعمتِ عظمےٰ سے مالا مال ہیں۔ اور بد بخت ہیں وہ جو بندے ہو کر بندگی سے مُنہ موڑیں۔ اور نماز پڑھے بغیر چین اور اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن گزاریں۔ اللہ پاک ایسے لوگوں کو توفیق دے کہ جس طرح وہ اپنے چھوٹوں یا ماتحتوں سے اپنی تعظیم کا پُر زور مطالبہ کرتے اور قواعدِ آداب کی پابجائی چاہتے ہیں اُسی طرح اپنے اوپر بھی کسی کو حاکم سمجھ کر جو ہر طرح اُن سے قوت اور قدرت میں بڑھا ہوا ہے۔ اُس کے حکم کی تعمیل کریں اور اُس کی تعظیم بجا لائیں۔ آمین یا رب العالمین۔

نماز کی اہمیت | یوں تو خدا نے توحید کے بعد جتنی عبادتیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں اپنی اپنی جگہ سب ہی اہم اور ضروری ہیں لیکن نماز اپنی خصوصیات کے لحاظ سے

تمام عبادتوں میں افضل ہے۔ یہ اسلام کا ایسا ضروری رکن ہے جو خاص عذروں کو چھوڑ کر ہر مسلمان پر مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، کمزور ہو یا طاقتور، مقیم ہو یا مسافر۔ ہر حالت میں فرض ہے۔ ہوش حواس باقی ہوں تو مرتے مرتے بھی اس کے معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ درد سے تڑپتا ہو ضعف سے نڈھال ہو، اعضائے بدن حرکت نہ کر سکتے ہوں تو بھی اگر اشارے سے نماز ادا کر سکتا ہے تو ادا کرنے کا حکم ہے۔ سات برس کے بچے کے لئے مستحب اور دس برس کے بچے کو مار کر پڑھانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نماز کی تاکیدوں سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اللہ پاک نے نماز میں سستی کرنے کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ اور جو لوگ نماز میں غفلت اور بے پروائی برتتے ہیں اُن کے لئے تباہی کی خبر دی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :۔

(۱) خدا نے کوئی چیز توحید کے بعد نماز سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ اپنے بندوں پر فرض نہیں فرمائی۔

(۲) نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی اُس نے دین کو ڈھا دیا۔

اکثر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا چھوڑنا مسلمان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے سنہ ۹ھ میں جب بنی ثقیف قبیلے کے لوگ آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لئے آئے تو بیعت سے پہلے اُنہوں نے ترکِ نماز کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا لَاخَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْہِ رُکُوْعٌ ۔ یعنی اُس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو باعث کفر نہ سمجھتے تھے ان ہی احکام کی بنا پر امام احمد حنبلؒ قصداً صرف ایک نماز ترک کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، امام شافعیؒ قتل کا حکم دیتے ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک جب تک توبہ کرے

قید رکھنا واجب ہے۔

نماز کو درستی سے پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا ہے جس کے معنی ہیں نماز کو درست کرکے پڑھنا اور ہر قسم کے خلل اور خرابی سے بچانا چاہیے وہ خلل دل کے عمل میں ہو یا زبان اور دوسرے اعضا کے، شروط میں ہو یا فرائض میں، واجبات میں ہو یا سنن ومستحبات میں۔ پس پہلے نماز کے لئے اچھی طرح وضو کرو۔ پھر نماز کے تمام ارکان وغیرہ کو نہایت اطمینان اور قاعدے سے ادا کرو۔ دل کو اللہ کی طرف متوجہ کئے رہو۔ اسی کا نام حضور قلب ہے اور یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو نماز سے سوا تکلیف اور ماندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہوسکے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ اس سے آپ کی مراد یہی ہے کہ نماز ہر خلل سے پاک رکھ کر پڑھی جائے۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے نماز پڑھی اور بعض ارکان کو اچھی طرح اور اطمینان سے ادا نہیں کیا تو آپ نے تین دفعہ اس سے یہ فرماتے ہوئے نماز کا اعادہ کرایا کہ "نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی"۔

نماز اور جماعت ایک سے زیادہ مسلمانوں کا مل کر نماز پڑھنا جماعت کہلاتا ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنے میں بظاہر بھی بہت فائدے ہیں:۔ دن رات میں پانچ دفعہ مسلمانوں کا آپس میں ملنا اتفاق اور محبت پیدا کرتا ہے، ایک کو دوسرے کی خوشی اور غم کی حالت معلوم ہوتی رہتی ہے اور ہمدردی کا موقع ملتا ہے، غریبوں اور حاجتمندوں کی مدد ہوسکتی ہے، ناواقف لوگ جاننے والوں سے مسئلے پوچھ سکتے ہیں، دوسروں کو عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے، عبادت کی شان ظاہر ہوتی ہے جتنے لوگ زیادہ ہوں گے اتنی ہی نورانیت بڑھے گی اور دوسروں کے

ایمانی نور اور روشنی سے اپنے ایمان کی روشنی میں اضافہ ہوگا۔ بقول شخصے کہ "دئے سے دیا یوں ہی جلتا رہا ہے"۔ مساوات اور برابری کا سبق حاصل ہوتا ہے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اُن لوگوں کے گھر جلا دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "جماعت کی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے افضل ہے"۔ سیدنا عمرؓ نے ایک صاحب کے متعلق جو رات بھر عبادت کرنے کی وجہ سے صبح کی نمازِ جماعت میں شریک نہ ہوسکے تھے۔ فرمایا تھا کہ "رات بھر سوتے اور جماعت میں شریک ہوتے تو رات بھر کی عبادت سے بہتر تھا"۔ امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جماعت فرض اور واجب ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ جس کی تاکید واجب ہی کے قریب ہے۔

نماز اور مسجد مسجدوں کی تعمیر کی غرض اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ اُن میں نماز پڑھی جائے۔ اور پھر جماعت کے فائدے تو جب تک مسجد ہی میں نماز نہ پڑھی جائے پوری طرح حاصل ہی نہیں ہوسکتے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ مرد فرض نمازیں مسجدوں میں پڑھا کریں۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ "اُس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو مسجدوں میں اللہ کے ذکر کو روکے اور اُن کی ویرانی کی کوشش کرے"۔ اس آیت سے مسجدوں میں نماز پڑھنے والوں کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مسجد کے قریب رہنے والے شخص کی نماز مسجد کے سوا دوسری جگہ (کامل) نہیں ہوتی"۔ مسجدیں تعمیر کرنے کی قرآن مجید میں تعریف آئی ہے۔ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ

"جس شخص نے خدا کی خوشنودی کے لئے مسجد بنائی اللہ اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔" مرضِ وفات میں جبکہ آپ ضُعف کی وجہ سے خود مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تھے تو دوسروں کے سہارے سے تشریف لائے تھے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کے ساتھ محبت کے دعوے کو ایسے نمونوں پر عمل کر کے ثابت کریں آمین۔

نماز کے فائدے اللہ پاک فرماتا ہے کہ "نماز بے شرمی کی باتوں اور بُرے کاموں سے باز رکھتی ہے۔" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جو شخص رات دن میں پانچوں نمازیں پوری شرطوں کے ساتھ ادا کرتا ہے وہ اللہ کی امن اور حمایت میں آجاتا ہے۔" اگر گناہ نہ کرے تو دوسرے سارے گناہوں کا کفارہ ان نمازوں سے ہو جاتا ہے۔" ایک دفعہ آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ "اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے صاف شفاف پانی کی نہر بہتی ہو اور وہ اُس میں روزانہ پانچ دفعہ نہاتا ہو تو اُس کے جسم پر میل رہے گا؟" صحابہ نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا پانچوں وقت کی نماز کی بھی یہی مثال ہے کہ اللہ اُن کے سبب سے گناہوں کو مٹاتا اور معاف کرتا ہے۔"

شرائطِ نماز پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ نماز کی وجہ سے عام صفائی، ستھرائی اور پاکی ایک پابندِ نماز میں کس حد تک پیدا ہو سکتی ہے؟ پھر ستر کی شرط حیا، ادب اور انسانیت کی جان ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ہر انسانی طبیعت کو نفاست پسند اور غیرت دار بنانے کی اعلیٰ تعلیم نماز کے سوا ممکن نہیں۔

ارکانِ نماز پر توجہ کرو تو سمجھو گے کہ بلندیٔ خیال، خودداری اور شرافتِ نفس جیسے عمدہ خصائل نماز ہی کی بدولت انسان میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک نمازی کی نظر میں اللہ اکبر کے ساتھ ہر رُکن کی بجا آوری یہ احساس پیدا کرتی ہے کہ دنیا کی کوئی ہستی اس تعظیم کا استحقاق نہیں رکھتی۔ نمازی کا دل اللہ کی عظمت و جلال سے بھر جاتا ہے۔

وہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا نہیں سمجھتا۔

وضو ٹوٹنے کے اسباب پر وضو کا فرض ہو جانا خیال کی نزاکت اور طبیعت کی نفاست کو انتہا درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ پھر وضو سے کسل اور سستی دور ہوتی ہے؛ صحتِ جسمانی میں مدد ملتی ہے، قلب میں چستی آتی ہے، بیرونی گرد و غبار اور ڈاکٹروں کے جراثیم کے مٹانے میں کس قدر مفید اور کارآمد ہوتا ہے۔

مسواک کی سنت دانتوں کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہونے والی خطرناک بیماریوں کا بے مثل علاج ہے اور منہ کی صفائی کا بہترین ذریعہ۔

نماز کی حرکات و سکنات جو ہر نمازی کو عمل میں لانی پڑتی ہیں عمدہ ترین ورزش کا کام دیتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں اندرونی اور بیرونی مختلف اعضا کی ورزش اس سہولت اور آسانی کے ساتھ نماز کے سوا ناممکن ہے۔ بچہ، بوڑھا، عورت، مرد، بیمار، تندرست، طاقتور اور کمزور سب ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صبح خیزی کی مفید ترین عادت جس طرح نماز کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے دوسری طرح نہیں ہو سکتی۔

نمازی میں استقلال اور وقت کی پابندی بدرجۂ کمال پیدا ہو جاتی ہے۔

نماز سے بیہودہ خیالات ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔

نماز انسان میں اعلیٰ درجے کے ضبط اور ڈسپلن کا مادہ پیدا کرتی ہے۔

نماز مصیبت میں صبر و شکر کی تعلیم دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "مصیبت میں نماز سے مدد حاصل کرو"۔ یعنی نماز پڑھو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشانی میں خود بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔

نماز میں جماعت کی پابندی اور مسلمانوں کا ایک جگہ جمع ہونا تمدن اور

ترقی کی جان ہے۔

اب وہ لوگ جو نماز یا جماعت سے کنارہ کش ہیں سوچیں کہ نماز چھوڑ کر وہ کتنے دینی اور دنیوی فائدوں سے محروم اور قوم کے حق میں کیسے وبال ہیں۔؟

نماز کا حکم نماز ہر مسلمان مرد، عورت[1]، عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ اس کا منکر کافر اور فرض جان کر بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

---

[1] عورتوں کو اُن کے قدرتی عذروں کی حالت میں نماز پڑھنا منع اور معاف ہے۔ ۱۲ منہ
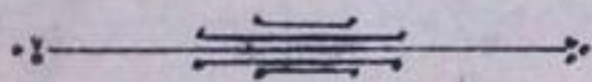
اصطلاحاتِ فقہ کی تعریف

فرض — فرض وہ ہے جو قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ یعنی اُس کے ثبوت میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اُس کا منکر کافر اور بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

واجب — واجب وہ ہے جو دلیل ظنّی سے ثابت ہو۔ یعنی اُس کے ثبوت میں کچھ شبہ ہو اس کا منکر کافر تو نہیں ہوتا۔ لیکن بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

سُنّت — سنت وہ ہے جس کو رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کیا یا کرنے کا حکم دیا ہو۔

نفل — نفل وہ ہے جس کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو۔ اس کے کرنے میں ثواب ہوتا ہے اور چھوڑنے سے عذاب نہیں ہوتا۔ اسے مستحب بھی کہتے ہیں۔

فرض کی قسمیں — فرض کی دو قسمیں ہیں (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ۔

فرضِ عین — فرضِ عین وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہو۔

فرضِ کفایہ — فرضِ کفایہ وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری نہ ہو بلکہ بعض کے ادا کرنے سے سب کے ذمّے سے ادا ہو جائے اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں۔

سنت کی قسمیں — سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنّتِ مؤکّدہ (۲) سنّتِ غیر مؤکّدہ۔

سنت مؤکدہ — سنّتِ مؤکدّہ وہ عمل ہے جسے رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کے لئے فرمایا ہو اور ہمیشہ کیا گیا ہو۔ بلا عذر کبھی نہ چھوڑا گیا ہو۔ ایسی سنتوں کو بلا عذر چھوڑنا قابل ملامت ہے۔

سنتِ غیر مؤکدہ — سنّتِ غیر مؤکّدہ وہ ہے جسے رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اکثر کیا ہو اور کبھی بلا عذر چھوڑ بھی دیا ہو۔ ان سنتوں کے ادا کرنے میں مستحب سے زیادہ ثواب ہے۔

اِن سنتوں کا بلا عذر چھوڑنے والا قابلِ ملامت نہیں۔ ان سنتوں کو سننِ زوائد بھی کہتے ہیں۔

حرام | حرام وہ ہے جس کی ممانعت دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اِس کا منکر کافر اور عمل میں لانے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

مکروہِ تحریمی | مکروہِ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلیلِ ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر تو نہیں ہوتا۔ لیکن عمل میں لانے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

مکروہِ تنزیہی | مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس کے چھوڑنے میں ثواب اور عمل میں لانے سے عذاب تو نہیں مگر اس کا مرتکب ملامت کا مستحق ہے۔

مُباح | مُباح وہ ہے جس کے عمل میں لانے سے نہ ثواب ہو نہ عذاب۔

کتاب الطہارۃ

وضو کا بیان

طہارت کے معنے طہارت کے لغوی معنیٰ پاکیزگی اور صفائی کے ہیں۔ اور شرع میں حقیقی یا حکمی نجاست سے پاکی حاصل کرنا طہارت کہلاتا ہے۔

وضو کے معنے واو کے پیش سے وضو کے لغوی معنے روشن چہرے والا ہونا اور شرع میں مقررہ اعضا کا دھونا۔

وضو کے فرض وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) ایک دفعہ سارے منہ کا دھونا ماتھے کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک۔ اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک (۲) ایک دفعہ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

تنبیہ:۔ اگر ان چاروں اعضا میں سے کوئی عضو بال کے برابر بھی سوکھا یا باقی رہ جائے گا تو وضو درست نہ ہوگا۔

وضو کی سنتیں (۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا (۳) دونوں ہاتھ گٹوں (پہنچوں) تک دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) کلی کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) داڑھی میں خلال کرنا (۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا (۹) وضو کے ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۰) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) پے در پے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہو جو دوسرا دھو لیا جائے۔

وضو کے مستحب (۱) دائیں عضو سے شروع کرنا (۲) گردن کا مسح کرنا (۳) قبلے کی طرف منہ کرکے بیٹھنا (۴) وضو کے کام کو خود کرنا دوسرے سے مدد نہ لینا (۵) پاک اور اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا (۶) پہلی دفعہ دھونے میں اعضا کو ملنا (۷) پانی کو ناک میں اچھی طرح چڑھا کر بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔

وضو توڑنے والی چیزیں (۱) پاخانہ یا پیشاب کرنا۔ (۲) ریح نکلنا (۳) پاخانے یا پیشاب کے مقام سے کسی اور چیز کا نکلنا (۴) بدن کے کسی مقام سے خون یا پیپ کا نکل کر اس عضو تک بہنا جس کا دھونا وضو یا غسل میں فرض ہے (۵) بلغم کے سوا کھانے، پانی، خون یا پت کی منہ بھر قے ہونا (۶) لیٹ کر یا سہارا لگا کر سونا (۷) بیہوش ہوجانا (۸) دیوانہ ہوجانا (۹) بالغ آدمی کا رکوع اور سجدے والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا (۱۰) تھوک میں خون کا رنگ غالب ہونا۔[۲]

وضو کی مکروہ چیزیں (۱) ناپاک جگہ وضو کرنا (۲) سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۳) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (۴) سنت کے خلاف وضو کرنا۔

غسل کا بیان

غسل کے معنی غین کے پیش سے غسل کے لغوی معنی تمام بدن کا دھونا۔ اور شرع میں ناپاکی دور کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے خاص طریقے سے تمام بدن کا دھونا (نہانا)۔

غسل کے فرض (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن پر پانی بہانا کہ بال برابر جگہ سوکھی نہ رہے۔ ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔ عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا فرض نہیں ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی ہے۔

---

[۱] بعض کے نزدیک یہ سنت ہے ۱۲ منہ۔ [۲] وضو توڑنے والی چیزوں کا ذکر اسی حد تک کیا گیا ہے جس کی بچوں کو ضرورت ہے۔ جن کو تفصیل مطلوب ہو وہ دوسری کتابیں دیکھیں۔ نیز حسب تصفیہ مجلس نصاب اس پورے رسالے میں یا تو ان مسائل وغیرہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو بالغوں سے مخصوص ہیں، یا کنایۃً بیان کیا گیا ہے۔ لہذا ایسے مسائل کی جن کو ضرورت ہو وہ دوسری کتابوں سے مدد لیں۔ ۱۲ منہ

مرد کے بال گندھے ہوئے ہوں تو اُن کو کھول کر پورے سر کے بالوں کا دھونا فرض ہے

غسل کی سنتیں (۱) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا (۲) جسم پر جہاں نجاست ہو اُس کو دور کرنا (۳) وضو کرنا لیکن اگر نہانے کی جگہ پانی جمع ہوتا ہو تو پاؤں بعد میں دھونے چاہئیں (۴) ناپاکی کی حالت سے نکلنے کی نیت کرنا (۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔[1]

وہ غسل جو سنت ہیں (۱) جمعے کی نماز کے لئے (۲) عیدین کی نماز کے لئے (۳) احرام باندھنے کے لئے (۴) حاجیوں کے لئے عرفات میں۔

پانی کا بیان

وہ پانی جن سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے (۱) مینہ کا پانی (۲) چشمے (جھرے) کا پانی (۳) کنوئیں کا پانی۔ (۴) ندی کا پانی (۵) سمندر کا پانی (۶) پگھلی ہوئی برف کا پانی۔ (۷) اولوں کا پانی (۸) بڑے تالاب کا پانی (۹) بڑے حوض کا پانی۔

وہ پانی جن سے پاکی حاصل کرنا جائز نہیں (۱) پھل اور درخت کا نچڑا ہوا پانی (۲) شوربا (۳) وہ پانی جس کا رنگ، بو، مزہ کسی پاک چیز کے مل جانے سے بدل گیا ہو اور پانی گاہڑا ہو گیا ہو۔ اگر پانی گاہڑا نہ ہوا ہو تو اُس سے طہارت جائز ہے (۴) تھوڑا پانی (ماءِ قلیل) جس میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو، یا کوئی جانور گر کر مر گیا ہو (۵) مستعمل پانی یعنی وہ پانی جس سے وضو یا غسل کیا گیا ہو (۶) وہ زیادہ پانی (ماءِ کثیر) اور وہ بہتا پانی (ماءِ جاری) جس پر نجاست کا اثر غالب ہو یعنی اُس کا رنگ، بو یا مزہ بدل گیا ہو (۷) حرام جانوروں کا جھوٹا پانی (۸) کسی دوا وغیرہ کا کھچا ہوا عرق۔

وہ جانور جن کا جھوٹا پانی ناپاک ہے۔ (۱) کُتّا (۲) سُور (۳) درندے جانور (۴) بلی اگر چوہا کھا کر فوراً پانی پی لے (۵) وہ آدمی جس نے شراب پی کر فوراً پانی

---

[1] غسل واجب کرنے والی چیزوں کے لئے دوسری کتابیں دیکھی جائیں ۱۲ منہ

پی لیا ہو۔ ورنہ آدمی کا جھوٹا چاہے مسلمان ہو یا کافر ناپاک نہیں ہے۔

وہ جانور جن کا جھوٹا پانی مکروہ ہے

(۱) بلی اگر اس نے فوراً چوہا نہ کھایا ہو (۲) چوہا (۳) چھپکلی (۴) ایسی مرغی جو آزاد پھرتی اور غلاظت کھاتی ہو (۵) نجاست کھانے والی گائے بھینس (۶) کوا، چیل، شکرہ اور تمام حرام پرندے۔

وہ جاندار جن کا جھوٹا پانی پاک ہے۔

(۱) آدمی (۲) حلال جانور۔

وہ پانی جو نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے

ندی یا دریا کے بہتے پانی (ماءِ جاری) اور ٹھیرے ہوئے زیادہ پانی (ماءِ کثیر) کے سوا باقی جتنے پانی ہیں نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتے ہیں۔

ٹھیرے ہوئے زیادہ پانی کی مقدار

جو ٹھیرا ہوا پانی نمبری گز سے ساڑھے پانچ گز لمبا اور ساڑھے پانچ گز چوڑا ہو وہ زیادہ پانی (ماءِ کثیر) ہے۔

تھوڑا پانی نجاست کے سوا ان چیزوں سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے

اگر وہ جاندار گر کر مر جائے جس میں بہتا خون ہو جیسے چڑیا، مرغی، کبوتر، بلی، چوہا وغیرہ۔

زیادہ پانی کے ناپاک ہونے کی صورت

جب نجاست کی وجہ سے زیادہ پانی (ماءِ کثیر) کا رنگ بو یا مزہ، بدل جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔

وہ جانور جن کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتے اور رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک وغیرہ۔ اور وہ جانور جن میں بہتا خون نہیں ہے جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، چیونٹی وغیرہ۔

کنویں کا بیان

کنواں ناپاک ہونے کی صورت اگر کنویں میں نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے یا بہتے خون والا جانور گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

گرے ہوئے جانور کے زندہ نکلنے کی صورت میں کنویں کا حکم (۱) اگر ایسا جانور گرے جس کا جھوٹا ناپاک ہے، یا وہ جانور گرے جس کے جسم پر نجاست ہے اور زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۲) وہ حلال یا حرام جانور جن کا جھوٹا ناپاک نہیں اور اُن کے جسم پر نجاست بھی نہ ہو اور زندہ نکل آئیں تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ (۱) کنویں میں نجاست گر جائے تو تمام پانی نکالا جائے (۲) آدمی، سور، کتا، بکری، دو بلیاں یا اُن کے برابر یا اُن سے بڑا کوئی جانور گر کر مر جائے تو بھی سارا پانی نکالا جائے۔ (۳) اگر کوئی بہتے خون والا جانور چھوٹا ہو یا بڑا گر کر پھول گیا یا پھٹ گیا تو بھی تمام پانی نکالا جائے۔ ہاں اگر کنواں بڑا ہو تو تینوں صورتوں میں دو سو اور احتیاطاً تین سو ڈول نکالے جائیں۔
(۴) اگر کبوتر، مرغی، بلی یا ان کے برابر اور کوئی جانور گر کر مر گیا ہو مگر پھولا پھٹا نہ ہو تو چالیس ڈول نکالے جائیں۔ ساٹھ ڈول نکالنے مستحب ہیں۔ (۵) اگر چوہا یا چڑیا یا اتنا ہی بڑا کوئی اور جانور گر کر مر گیا ہو اور پھولا پھٹا نہ ہو تو بیس ڈول نکالے جائیں۔ تیس ڈول نکالنے مستحب ہیں۔

مرے ہوئے جانور کے کنویں میں گرنے کا حکم مرے ہوئے جانور کے کنویں میں گرنے کا وہی حکم ہے جو کنویں میں گر کر مرنے والے کا ہے۔

جانور کے کنویں میں گر کر مرنے کا وقت نہ معلوم ہونے کی صورت میں حکم اگر جانور کے کنویں میں گر کر مرنے کا

وقت معلوم نہ ہو تو جس وقت سے دیکھا جائے اسی وقت سے ناپاکی کا حکم ہوگا۔[1]

پانی نکالنے کے لئے ڈول کا اندازہ پانی نکالنے کے لئے وہی ڈول معتبر ہے جس سے عام طور پر اس کنویں سے پانی نکالا جاتا ہو۔

تیمم کا بیان

تیمم کے معنے تیمم کے لغوی معنیٰ قصد کے ہیں۔ اور شرع میں پاک مٹی یا ایسی چیز کو جو مٹی کے حکم میں ہو نجاست حکمیہ سے پاکی حاصل کرنے کے قصد سے استعمال کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

تیمم کے فرض (۱) نیت کرنا (۲) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر اس طرح منہ پر پھیرنا کہ بال برابر جگہ باقی نہ رہے (۳) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت اس طرح ملنا کہ بال برابر جگہ باقی نہ رہے۔

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے پاک مٹی، ریت، پتھر، چونا، مٹی کے بے روغن والے کچے یا پکے برتن، مٹی کی کچی یا پکی اینٹیں، مٹی، پتھر یا اینٹوں کی دیوار، گیرو، ملتانی مٹی۔ غبار جو کپڑے یا لکڑی وغیرہ پر ہو۔

کس نجاست حکمیہ کے لئے تیمم جائز ہے؟ تیمم بڑی اور چھوٹی دونوں طرح کی نجاست حکمیہ کے لئے بجائے غسل اور وضو کے جائز ہے۔

تیمم جائز ہونے کی صورتیں (۱) پانی ایک میل دور ہو (۲) پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا خوف ہو (۳) دشمن کے ڈر سے پانی نہ لے سکتا ہو (۴) پانی کے پاس کوئی موذی جانور ہو (۵) پانی اتنا تھوڑا ہو کہ وضو کرے تو پیاسا رہ جانے کا اندیشہ ہو (۶) کنویں پر رسی اور ڈول نہ ہو (۷) پانی موجود ہو مگر خود اٹھ کر نہ لے سکتا ہو اور کوئی

---

[1] بعض کے نزدیک احتیاطاً اگر جانور پھولا پھٹا نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس سے وضو وغیرہ کیا ہے وہ ایک رات دن کی نماز دہرائیں۔ اور اگر پھول پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی۔ ۱۲ منہ

دینے والا موجود نہ ہو (۸) عیدین اور جنازے کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ان تمام صورتوں میں تیمم جائز ہے۔

تیمم توڑنے والی چیزیں جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن ہی چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور عذر باقی نہ رہنے سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ غسل کا تیمم عذر باقی رہنے کی صورت میں اُس وقت تک رہے گا جب تک پھر نہانا واجب نہ ہو۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

خُفّین یعنی وہ موزے جن پر مسح جائز ہے (۱) چمڑے کے موزے (۲) اونی یا سوتی موزے جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو (۳) وہ اونی یا سوتی موزے جو بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھیر جائیں اور چلنے پھرنے سے نیچے نہ کھسلیں ان سب موزوں کے لئے یہ شرط ہے کہ پاؤں کی تین چھوٹی اُنگلیوں کے برابر پھٹے ہوئے نہ ہوں خواہ ایک سوراخ اتنا بڑا ہو یا کئی سوراخوں کا مجموعہ اس مقدار کو پہنچ جائے۔ [۱]

مسح جائز ہونے کی صورت جب وضو کر کے موزے پہنے ہوں یا صرف پاؤں دھو کر اس حالت میں موزے پہنے ہوں کہ پاؤں دھونے کے بعد حدث واقع نہ ہُوا ہو اور پھر وضو ٹوٹنے کی حالت میں موزے پہنے ہوئے ہو تو مسح جائز ہے۔

مسح کرنے کا طریقہ ہاتھ کی پوری تین انگلیاں جو بھیگی ہوئی ہوں موزوں کی اوپر کی جانب پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر ایک دفعہ ٹخنوں کے اوپر تک کھینچے۔

مسح کرنے کی مدت مسح کرنے کی مدت مقیم کے لئے ایک رات دن اور مسافر کے لئے تین راتیں اور تین دن ہیں۔

---

[۱] یعنی ایک موزے کے سوراخوں کا مجموعہ مقدارِ مذکورہ کے برابر نہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر دونوں موزوں کے سوراخوں کا مجموعہ اتنا ہوگا تو وہ مسح کو مانع نہیں۔ ۱۲ منہ

جبیرہ پر مسح کرنے کا بیان

جبیرہ کی تعریف جبیرہ وہ لکڑی ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کے لئے باندھی جاتی ہے مگر یہاں وہ لکڑی اور اس کے علاوہ زخم کی پٹی اور مرہم کا پھایہ وغیرہ مراد ہے۔

جبیرہ پر مسح کرنے کی صورت اگر کسی ایسے عضو پر جس کا دھونا ضروری ہے۔ پٹی، پھایہ یا لکڑی بندھی ہوئی ہو اور اُس کا اُکھاڑنا یا کھولنا تکلیف یا نقصان پہنچائے تو پوری پٹی یا پھائے وغیرہ پر مسح کر لینا جائز ہے۔

نجاست کا بیان

نجاست کے معنی نجاست کے معنی پلیدی کے ہیں جس سے انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔

نجاست کی قسمیں نجاست کی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست حقیقی (۲) نجاست حکمی۔

نجاست حقیقی کی تعریف نجاست حقیقی وہ نجاست ہے جو دیکھنے میں آسکے جیسے پاخانہ پیشاب وغیرہ،

نجاست حکمی کی تعریف نجاست حکمی وہ نجاست ہے جو دیکھنے میں نہ آئے شریعت کے حکم سے ثابت ہوئی ہو۔ جیسے بے وضو ہونا غسل کی حاجت ہونا۔

نجاست حقیقی کی قسمیں نجاستِ حقیقی کی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ

نجاست غلیظہ کی تعریف جو نجاست ناپاکی میں سخت اور زیادہ ہو۔ وہ نجاست غلیظہ ہے۔

نجاست خفیفہ کی تعریف جو نجاست ناپاکی میں کم اور ہلکی ہو۔ اُسے نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

وہ چیزیں جو نجاستِ غلیظہ ہیں (۱) آدمی کا پیشاب پاخانہ (۲) جانوروں[۱] کا پاخانہ (۳) حرام جانوروں کا پیشاب (۴) آدمی اور جانوروں کا بہتا خون (۵) شراب (۶) مُرغی اور بطخ کی بیٹ[۲]

---

[۱] بعض جانوروں کے پاخانے کو صاحبین مجبوراً یعنی اس وجہ سے کہ ان سے احتیاط مشکل ہے نجاست خفیفہ قرار دیتے ہیں جیسے گائے، بیل، گھوڑا، بکری وغیرہ۔ [۲] مزید تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھو۔ ۱۲ منہ

وہ چیزیں جو نجاست خفیفہ ہیں (۱) حلال جانوروں کا پیشاب (۲) حرام پرندوں کی بیٹ۔

نجاست غلیظہ کی معافی کی مقدار نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہے جیسے پاخانہ تو وہ ساڑھے تین ماشے کے اندازے تک معاف ہے۔ اور اگر پتلی ہے جیسے پیشاب یا شراب تو ایک روپے کے پھیلاؤ یا ہتیلی کے گہراؤ کے برابر معاف ہے۔

نجاست خفیفہ کی معافی کی مقدار نجاست خفیفہ اگر چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو سے کم ہو تو معاف ہے۔

تنبیہ:۔ معاف ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر اتنی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو تو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ لہذا قصداً اتنی نجاست بھی مناسب نہیں۔

نجاست حقیقی غلیظ و خفیف کے پاک کرنے کا طریقہ نجاست حقیقی کپڑے پر ہو یا بدن پر پانی سے تین بار دھونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن کپڑے کو دھوتے وقت تینوں دفعہ خوب نچوڑنا بھی شرط ہے۔ اگر کوئی ایسا کپڑا ہو کہ نچڑ نہ سکتا ہو تو وہ تین دفعہ دھونے اور ہر مرتبہ سکھانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ سکھانے کی حد یہ ہے کہ اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے بالکل خشک ہونا ضروری نہیں۔ مٹی کے برتن کو بھی تین دفعہ دھو کر سکھالیں تو پاک ہو جائے گا۔

نجاستِ حکمیہ کی قسمیں نجاست حکمیہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) چھوٹی نجاستِ حکمیہ اسے حدث اصغر کہتے ہیں (۲) بڑی نجاست حکمیہ اسے حدث اکبر کہتے ہیں۔

حدث اصغر سے پاکی کا طریقہ حدثِ اصغر سے پاکی وضو کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

حدث اکبر سے پاکی کا طریقہ حدثِ اکبر سے پاکی غسل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

استنجے کا بیان

استنجے کی تعریف پاخانے یا پیشاب کے بعد طہارت حاصل کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔

استنجے کا حکم اگر پیشاب یا پاخانے کے بعد اِدھر اُدھر نجاست نہ پھیلے تو ڈھیلے وغیرہ کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت اور ایک درہم کی مقدار تک پھیلے تو واجب اور اس سے زیادہ پھیلے تو فرض ہے۔

وہ چیزیں جن سے استنجا کرنا جائز ہے۔ پانی، مٹی کے پاک ڈھیلے، اینٹ، پتھر

وہ چیزیں جن سے استنجا کرنا مکروہ ہے ہڈی، لید، گوبر، کھانے کی چیزیں، کوئلہ، کپڑا، کاغذ

پیشاب کے بعد استنجا کرنے کا طریقہ پیشاب کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے وغیرہ سے پیشاب کو سکھانا چاہیئے، پھر پانی سے دھو ڈالنا چاہیئے۔

پاخانے کے بعد استنجا کرنے کا طریقہ ضرورت کے موافق تین یا پانچ یا زیادہ طاق ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کر کے پانی سے دھو ڈالنا چاہیئے۔

تنبیہ :- داہیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے۔

کتاب الصلوٰۃ

فرض نمازوں کا بیان

فرض نمازوں کی تعداد

روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں (۱) فجر (۲) ظہر (۳) عصر (۴) مغرب (۵) عشا۔ ان کے علاوہ ایک نماز وتر واجب ہے۔

فرض نمازوں اور وتر کی تعداد رکعات

فجر دو رکعتیں، ظہر چار رکعتیں، عصر چار رکعتیں، مغرب تین رکعتیں، عشا چار رکعتیں، وتر تین رکعتیں۔

فرض نمازوں اور وتر کے اوقات

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق شروع ہونے کے بعد سے آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے پہلے تک ہے، ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے ہر چیز کا سایہ اصلی سائے کے سوا دو گنا ہونے تک ہے، عصر کی نماز کا وقت ہر چیز کا سایہ اصلی سایے کے سوا دو گنا ہونے کے بعد سے آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے، مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ عشا کی نماز کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق کے پہلے تک ہے، وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق کے پہلے تک رہتا ہے۔

اذان واقامت کا بیان

اذان کے معنے | اذان کے معنی اطلاع دینے کے ہیں لیکن شریعت میں روزانہ پانچوں نمازوں اور جمعے کے لئے خاص الفاظ سے اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں۔

اذان کا حکم | اذان ہر فرض نماز کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ اکیلا نمازی ہو یا بہت سے، ادا نماز ہو یا قضا، سفر ہو یا حضر۔ وقت کے اندر کہنی چاہیئے۔ عورتوں کو اذان دینا مکروہ ہے۔

اذان کے مستحب | (۱) قبلہ رخ کھڑا ہونا (۲) اذان کے کلمات کو ٹھیر ٹھیر کر کہنا (۳) اذان کہتے وقت دونوں شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں میں رکھنا (۴) اونچی جگہ کھڑے ہو کر اذان دینا (۵) بلند آواز سے اذان دینا (۶) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت دائیں جانب اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرنا (۷) فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار کہنا۔

اقامت | فرض نماز شروع کرتے وقت یہی اذان کے الفاظ اس طرح ادا کئے جاتے ہیں کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ دو دفعہ زیادہ کئے جاتے ہیں۔ اسی کو اقامت کہتے ہیں۔ یہ بھی اذان کی طرح صرف فرض نمازوں کے لئے سُنّت ہے۔

نماز کے شروط وارکان وغیرہ کا بیان

شروطِ نماز | نماز سے پہلے چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر اُن میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو نماز درست نہیں ہوتی۔ ان کو شروطِ نماز کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔
(۱) نماز کے وقت کا ہونا (۲) نمازی کے بدن کا نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہونا۔

(۳) نمازی کے تمام کپڑوں کا پاک ہونا (۴) نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔ (۵) نمازی کا ستر چھپا ہُوا ہونا۔ اس کی مقدار مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنوں تک اس طرح ہے کہ ناف خارج ہے اور گھٹنے داخل ہیں۔ اور عورت کے لئے مُنہ، ہاتھوں کے دونوں پنجوں اور قدموں کے سوا تمام بدن ہے (۶) قبلے کی طرف مُنہ ہونا (۷) نماز کی نیت کرنا۔
(نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں اَولیٰ ہے)

ارکان نماز | جو چیزیں نماز کے اندر فرض ہیں اُن کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔ اِن میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ وُہ یہ ہیں:- (۱) تکبیر تحریمہ یعنی نیت کرتے وقت اللہ اکبر کہنا (۲) سیدھا کھڑا ہونا (۳) قرآن مجید پڑھنا۔ جس کی مقدار کم سے کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت ہے (۴) رکوع کرنا (۵) دونوں سجدے کرنا (۶) اخیر رکعت میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔ (۷) اپنے کسی اختیاری فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا۔

واجبات نماز | واجباتِ نماز وہ چیزیں ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے۔ اگر بھولے سے (سہواً) اِن میں سے کوئی چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا۔ اور سجدۂ سہو نہ کیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں:- (۱) اَلْحَمْدُ یعنی سُورۂ فاتحہ پڑھنا (۲) سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی ایک پوری سورت، یا ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں۔ سُنّت، نفل اور وتر کی ہر رکعت میں۔ اور فرض کی دو رکعتوں میں ملانا (۳) اگر تین یا چار رکعت والی فرض نماز ہو تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت مقرر کرنا (۴) قیام، رکوع اور سجود میں ترتیب قائم رکھنا (۵) رکوع اور سجدے میں ایک تسبیح کی مقدار ٹھہرنا (۶) قومہ کرنا یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (۷) جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (۸) پہلا قعدہ کرنا (۹) پہلے قعدے میں التحیات پڑھنا۔

(۱۰) تمام ارکان کو پے در پے ادا کرنا (۱۱) آخری قعدے میں التحیات پڑھنا۔
(۱۲) جن نمازوں میں قرأت آہستہ یا زور سے پڑھی جاتی ہے اُن میں امام کو اُسی طرح قرأت کرنا یعنی سرّی نمازوں میں آہستہ اور جہری نمازوں میں زور سے۔
(۱۳) نماز سے سلام کہہ کر باہر ہونا (۱۴) وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا (۱۵) دونوں عیدوں کی نماز میں چھ چھ تکبیریں زائد کہنا۔

سُنَنِ نماز جو چیزیں نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں اُنہیں سنن نماز (نماز کی سنتیں) کہتے ہیں۔ اگر بھولے سے ان میں سے کوئی چیز چھوٹ جائے تو نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ ہاں قصداً چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں :- (۱) تکبیر تحریمہ کے لئے مردوں کو دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا اور عورتوں کو کندھے تک (۲) دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں کشادہ اور قبلہ رُخ رکھنا (۳) امام کا تکبیر تحریمہ اور ایک رُکن سے دوسرے رُکن میں جاتے وقت تمام تکبیریں بقدر ضرورت بلند آواز سے کہنا (۴) صرف پہلی رکعت میں ثنا یعنی سُبحانکَ اللّٰھُمَّ آخر تک آہستہ پڑھنا (۵) پہلی رکعت میں تعوّذ یعنی پوری اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا (۶) ہر رکعت میں تسمیہ یعنی پوری بسم اللہ آہستہ پڑھنا (۷) سورہ فاتحہ کے ختم پر آہستہ آمین کہنا (۸) مردوں کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے باندھنا اور عورتوں کو سینے کے اوپر (۹) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا (۱۰) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا (۱۱) رکوع میں تین دفعہ سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیمِ کہنا (۱۲) سجدے میں جاتے وقت اور سر اُٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا (۱۳) سجدے میں تین دفعہ سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کہنا۔
(۱۴) دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو سجدے کے وقت زمین پر رکھنا۔
(۱۵) جلسے اور قعدے میں مردوں کو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور عورتوں کو

دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بیٹھنا (۱۶) قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہوتے وقت امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور مقتدی کو صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور اکیلے نمازی کو دونوں کہنا (۱۷) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی رکھنا (۱۸) تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا (۱۹) قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا (۲۰) درود کے بعد دعا پڑھنا (۲۱) پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

مستحباتِ نماز | مستحباتِ نماز اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن کے کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور ترک کرنے پر گناہ یا ملامت نہیں۔ وہ یہ ہیں:- (۱) تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو کھلا رکھنا۔ (۲) رکوع اور سجدے میں اکیلے نمازی کو تین دفعہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔ (۳) قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ، رکوع میں پاؤں کی پشت پر، جلسے اور قعدے میں اپنی گود پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے دونوں مونڈھوں پر نظر رکھنا (۴) کھانسی کو اپنی طاقت بھر روکنا (۵) جمائی آئے تو منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے بند کر لینا (۶) اقامت والے کے حی علی الفلاح کہتے وقت نماز کے لئے کھڑا ہو جانا (۷) اقامت والے کے قد قامت الصلوٰۃ کہتے وقت امام کا نماز شروع کر دینا۔

جماعت و امامت کا بیان

جماعت کا حکم | جماعت سُنّتِ موکدہ ہے اور بعض اماموں کے نزدیک فرض ہے اور بعض کے نزدیک واجب۔ ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم، تندرست مرد کو جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

وہ عذر جن سے جماعت کی تاکید کم ہو جاتی ہے	(۱) سخت بارش (۲) راستے میں زیادہ کیچڑ کا ہونا (۳) سخت جاڑا (۴) رات کو نماز کے وقت آندھی کا آجانا (۵) سفر

(۶) پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہونا (۷) کھانے کا ایسی حالت میں سامنے آجانا کہ بھوک زیادہ لگی ہوئی ہو۔

جماعت میں کھڑے ہونے کی ترتیب	اگر ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو مقتدی کو امام کی داہنی جانب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے میں کوئی دوسرا

نمازی آجائے تو اس اکیلے مقتدی کو پیچھے ہٹا لینا چاہیئے۔ یا امام کو آگے بڑھ جانا چاہیئے۔ اور اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کو آگے بڑھ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور مقتدیوں کو پیچھے۔ جماعت میں مقتدیوں کو مل کر اور صفیں سیدھی کر کے کھڑا ہونا چاہیئے۔ بیچ میں جگہ نہ چھوڑیں۔ بچوں کو پیچھے کھڑا کیا جائے بڑے آدمیوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے۔

امامت کے معنی	امامت کے معنی سرداری کے ہیں۔ جو شخص جماعت میں سب سے

آگے ہوتا ہے اور سب مقتدی اُس کی پیروی کرتے ہیں اُسے امام کہتے ہیں۔

امام کون ہونا چاہیئے؟	پہلے بڑا عالم، پھر بہتر قاری، پھر زیادہ متقی (پرہیز گار)، پھر

زیادہ عمر والا، پھر زیادہ خوش اخلاق، پھر جو سب میں زیادہ باوقار ہو۔

وہ لوگ جن کی امامت مکروہ ہے	اعتقاداً بدعتی، فاسق، جاہل، نابینا احتیاط نہ کرنے والا۔
جماعت میں مقتدیوں کی نماز کا حکم	مقتدیوں کی نماز امام کی نماز کے تابع ہوتی ہے۔

اگر کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنا چاہیئے خاموش کھڑا رہنا چاہیئے۔ اور امام کی تسمیع کے وقت صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا چاہیئے۔ باقی تمام باتیں اکیلے نمازی کی طرح عمل میں لانا چاہئیں۔

مُدرک، مسبوق اور لاحق کا بیان

مدرک کی تعریف مدرک وہ ہے جسے امام کے ساتھ پوری نماز ملی ہو۔ یعنی شروع سے آخر تک ساتھ رہا ہو۔

مسبوق کی تعریف مسبوق وہ ہے جسے امام کے ساتھ شروع کی ایک یا زیادہ رکعتیں نہ ملی ہوں۔

لاحق کی تعریف لاحق وہ ہے جو شروع سے تو امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا۔ لیکن درمیان میں سو جانے یا وضو ٹوٹنے کی وجہ سے اُس کی ایک یا زیادہ رکعتیں جاتی رہی ہوں۔

مسبوق کے نماز پورا کرنے کا طریقہ مسبوق امام کے ساتھ اُس کی آخر نماز تک شریک رہے۔ اور جب امام سلام پھیرے تو یہ سلام نہ پھیرے اور کھڑا ہو کر اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرے۔ لیکن اگر اُس نے بھی سلام پھیر دیا تو امام کے پہلے یا ساتھ سلام پھیرنے کی صورت میں کھڑا ہو کر نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔ اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا ہے تو چھوٹی ہوئی نماز پڑھ کر اخیر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

لاحق کے نماز پورا کرنے کا طریقہ لاحق کی جتنی نماز امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہو پہلے وہ اپنی چھوٹی ہوئی نماز اُسی طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا۔ یعنی قرأت نہ کرے۔ اس کے بعد امام کے ساتھ مل جائے۔ اور اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو بھی اپنی باقی نماز اُسی طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا یعنی قرأت نہ کرے۔

نماز کے مُفسدات و مکروہات کا بیان

مُفسداتِ نماز مفسدات نماز اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں:- (۱) نماز میں بات کرنا بھول کر ہو

یا قصداً تھوڑا ہو یا بہت (۲) نماز میں کسی کو سلام کرنا (۳) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا (۴) نماز سے باہر والے شخص کی دعا پر آمین کہنا (۵) کوئی بری خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا (۶) کوئی اچھی خبر سُن کر الحمدُ لِلّٰہِ کہنا۔ (۷) تعجب کی بات پر سبحان اللہ کہنا (۸) درد یا رنج کی وجہ سے اف یا آہ وغیرہ کرنا۔ (۹) اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو قرأت میں لقمہ دینا۔ (۱۰) دیکھ کر قرآن شریف پڑھنا (۱۱) عمل کثیر کرنا یعنی ایسا عمل کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے (۱۲) کھانا پینا قصداً ہو یا بھولے سے۔ (۱۳) قرآن پڑھنے میں کوئی سخت غلطی کرنا (۱۴) دو صفوں کی مقدار کے برابر چلنا (۱۵) قبلے کی طرف سے بلا عذر منہ پھیر لینا (۱۶) ناپاک جگہ سجدہ کرنا۔ (۱۷) ستر کھل جانے کی حالت میں ایک رکن کی مقدار ٹھیر جانا (۱۸) خدا سے ایسی چیز مانگنا جو بندوں سے مانگی جاتی ہے (۱۹) درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حروف پیدا ہو جائیں۔ (۲۰) بالغ نمازی کا نماز جنازہ کے سوا قہقہہ مار کر ہنسنا (۲۱) امام سے آگے بڑھ جانا۔

مکروہاتِ نماز مکروہاتِ نماز اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے وہ یہ ہیں :- (۱) سدل یعنی کپڑے کو لٹکانا جیسے چادر سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا دینا یا اچکن وغیرہ آستینوں میں ہاتھ ڈالے بغیر مونڈھوں پر ڈال لینا۔ (۲) کندھے پر رومال وغیرہ ڈالنا (۳) کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے ہاتھ سے روکنا یا سمیٹنا (۴) اپنے کپڑوں یا بدن سے کھیلنا (۵) ایسے معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا جنہیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کیا جاتا۔ (۶) منہ میں روپیہ پیسہ یا کوئی اور چیز ڈال کر نماز پڑھنا جس کی وجہ سے قرأت سے مجبور نہ رہے اور اگر قرأت سے مجبور رہے گا تو نماز بالکل نہ ہوگی (۷) سستی یا بے پروائی وغیرہ کی بنا پر

ننگے سر نماز پڑھنا (۸) پاخانے یا پیشاب کی حاجت ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا۔ (۹) مردوں کو سر پر بالوں کا جوڑا باندھنا (۱۰) کنکریوں وغیرہ کو سجدے کی جگہ سے بے ضرورت ہٹانا اور ضرورت ہو تو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانا (۱۱) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا (۱۲) کمر کو کھ یا کولھے پر ہاتھ رکھنا (۱۳) قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا صرف نگاہ سے ادھر ادھر دیکھنا (۱۴) کتے کی طرح بیٹھنا یعنی رانیں کھڑی کر کے پیٹ سے لالینا اور گھٹنوں کو سینے سے اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر نماز پڑھنا (۱۵) سجدے میں دونوں کلائیوں کو زمین پر پھیلا لینا (یہ مردوں کے لئے مکروہ ہے نہ عورت کے لئے) (۱۶) کسی ایسے شخص کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کئے بیٹھا ہو۔ (۱۷) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا (۱۸) بلا عذر چار زانو بیٹھ کر یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا (۱۹) قصداً جمائی لینا یا روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا۔ (۲۰) آنکھوں کو بند کر کے نماز پڑھنا (۲۱) امام کا تنہا محراب کے اندر کھڑا ہونا لیکن اگر پاؤں باہر ہوں تو مکروہ نہیں (۲۲) اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ کھڑا ہونا۔ (۲۳) ایسی صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا جس میں جگہ خالی ہو (۲۴) ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن پر جاندار کی تصویر ہو (۲۵) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سر کے اوپر، یا دائیں بائیں طرف، یا سجدے کی جگہ تصویر ہو (۲۶) آیتوں یا تسبیحوں وغیرہ کا انگلیوں پر شمار کرنا (۲۷) چادر یا کوئی اور کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ ہاتھ جلدی سے نہ نکل سکیں (۲۸) انگڑائی لینا (۲۹) عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا (۳۰) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ لمبا کرنا (۳۱) کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھی جائے (۳۲) پہلی سورت کو بعد اور دوسری سورت کو پہلے پڑھنا (۳۳) ایک سورت کو بیچ میں چھوڑ کر اس کے بعد کی سورت پڑھنا[1] (۳۴) نماز میں

---

[1] بعض کے نزدیک اگر بڑی سورت بیچ میں ہو تو مکروہ نہیں ۔ ۱۲۔ منہ

سنت کے خلاف کوئی عمل کرنا۔

نماز توڑنے کا بیان

نماز شروع کرنے کے بعد اُس کے توڑنے کے احکام

نماز شروع کرنے کے بعد اُس کو توڑنا جائز نہیں۔ لیکن ان صورتوں میں نماز کا توڑ دینا جائز ہے:۔

• (۱) کسی موذی جانور کا ڈر ہو (۲) کسی ایسی چیز کے نقصان کا خوف ہو جس کی مقدار قیمت ایک درم (تین آنے سے کچھ زائد) ہو (۳) نماز پڑھنے میں ریل چھوٹ جائے اور اُس میں اپنا مال اسباب یا بال بچے ہوں (۴) نماز میں پیشاب یا پاخانے کی زور سے حاجت ہو (۵) کسی کو ہلاکت یا تباہی سے بچانے کے لئے نماز کا توڑ دینا فرض ہے نہ توڑے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا تو گنہگار ہو گا (۶) ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو بھی نماز کا توڑ دینا واجب ہے۔

نماز میں حدث ہونے یعنی وضو ٹوٹنے کا بیان

نماز میں وضو ٹوٹنے کا حکم

اگر نماز کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے تو نماز توڑ کر وضو کرے اور جہاں سے نماز چھوٹی تھی وہیں سے پوری کرے۔ لیکن اکیلے نمازی کو شروع سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر امام کا وضو ٹوٹے تو وہ اپنی جگہ مقتدیوں میں سے کسی کو کھڑا کر دے اور پھر وضو کر کے مقتدیوں میں شامل ہو جائے۔ اور اگر مقتدی ہو تو وضو کر کے پہلے وہ نماز بلا قرأت پوری کرے جو امام کے ساتھ چھوٹ گئی تھی، پھر امام کے ساتھ شریک ہو جائے اگر امام کی نماز باقی ہو۔ اسی کو بنا کرنا کہتے ہیں۔

بنا صحیح نہ ہونے کی صورتیں

(۱) نماز میں باؤلا ہو جائے (۲) کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

(۳) ایسا زخم لگے جس سے خون بہ نکلے (۴) نماز کی مانع نجاست اس پر آپڑے۔
(۵) وضو ٹوٹنے کے گمان سے مسجد سے باہر آجائے، پھر معلوم ہو کہ وضو نہیں ٹوٹا تھا
ان سب صورتوں میں دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔ بنا درست نہ ہوگی۔

قضا نماز کا بیان

قضا نماز پڑھنے کا حکم اور طریقہ اگر کوئی نماز فوت ہو جائے تو جب یاد آئے اُس کی قضا پڑھنی ضروری ہے۔ اور بلا عذر دیر لگانا گناہ ہے یہاں تک کہ اگر فوراً قضا نہ پڑھی اور بلا عذر اسے ٹالا اور اس درمیان میں موت آگئی تو دوہرا گناہ ہوگا۔ ایک نماز کے قضا ہونے کا دوسرے بلا عذر اُس میں دیر لگانے کا۔ قضا نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے۔ اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو بہتر ہے کہ ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں کہ فرض نمازوں کے اوقات کا یا جس وقت کی نماز قضا ہوئی ہے اُس کا انتظار کیا جائے بلکہ جس وقت موقع ملے پڑھ لے۔ البتہ اس کا خیال رہے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کی بہت زیادہ نمازیں قضا ہیں جن کا ایک وقت میں پڑھنا مشکل ہے جیسے کئی مہینے یا کئی سال کی تو بھی مناسب یہ ہے کہ دو دو چار چار کرکے یا جس قدر ہو سکیں جلد سے جلد پڑھ لے۔ اگر کسی کے ذمے ایک سے لے کر پانچ تک نمازیں قضا ہیں تو اس صورت میں کہ وہ صاحب ترتیب ہے ضروری ہے کہ وہ پہلے قضا نمازیں پڑھے اور پھر وقتیہ۔ ورنہ وقتیہ نماز درست نہ ہوگی اور قضا پڑھ کر پھر ادا نماز دُہرانی ہوگی۔ ہاں اگر قضا پڑھنا یاد نہیں رہا یا ادا نماز کا وقت اتنا تنگ تھا کہ قضا پڑھے تو ادا کا وقت باقی نہیں رہتا تو پہلے ادا پڑھ لینی درست ہے۔ اس کے بعد قضا پڑھے۔ صاحب ترتیب کے لئے قضا نمازوں میں سلسلہ قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ یعنی جو نماز پہلے چھوٹی ہو پہلے اُس کی قضا کرے پھر دوسری کی، پھر

تیسری کی وغیرہ۔ اور اگر کسی کی چھ نمازیں یا زیادہ قضا ہوں تو وہ صاحبِ ترتیب نہیں اُسے قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنا درست ہے اور پھر قضا نمازوں میں سلسلہ قائم رکھنا بھی ضروری نہیں۔ اگر کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں توبہ سے پہلے قضا ہوئی ہوں سب کی قضا واجب ہے۔ کیونکہ توبہ سے نہ پڑھنے کا گناہ معاف ہوتا ہے نماز معاف نہیں ہوتی۔ اگر کسی کے ذمے کچھ نمازیں قضا ہوں اور ابھی وہ ادا نہیں ہوئی تھیں کہ موت کا وقت آگیا تو مرتے وقت نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

کن نمازوں کی قضا واجب ہے؟ قضا صرف فرض نمازوں اور وتر کی واجب ہے، سنتوں کی قضا نہیں ہے۔ لیکن اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو دوپہر سے پہلے پڑھنے کی صورت میں سنتوں کی قضا بھی پڑھی جائے۔ اور وقت تنگ ہونے کی وجہ سے صرف فجر کے فرض پڑھے تو بہتر ہے کہ دوپہر سے پہلے سنتوں کی قضا پڑھ لے۔

قضا نماز کا فدیہ ایک قضا نماز کا فدیہ وہی ہے جو ایک روزے کا ہے۔

صاحبِ ترتیب کی تعریف صاحبِ ترتیب وہ ہے جس کی عمر بھر میں صرف پانچ نمازیں قضا ہوئی ہوں یا جو تمام قضا نمازیں پڑھ چکا ہو وہ بھی صاحبِ ترتیب ہی کے حکم میں ہوگا۔

قرأت کا بیان

جہری اور سری نمازوں میں قرأت کا حکم امام کے لئے ادا نماز ہو یا قضا جہری نمازوں میں آواز سے قرأت کرنا اور سری نمازوں میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔ اکیلے نمازی کو اختیار ہے کہ وہ جہری نمازوں میں آہستہ قرأت کرے یا آواز سے۔ لیکن آواز سے قرأت کرنا افضل ہے۔

قرأتِ مسنون مسافر کو تو اختیار ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے لیکن

مقیم کے لئے یہ مقدار قرأت مسنون ہے:- نمازِ فجر اور نمازِ ظہر میں طوالِ مفصل پڑھنا۔ نمازِ عصر اور نمازِ عشا میں اوساطِ مفصل پڑھنا، نمازِ مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنا۔

طوالِ مفصل | قرآن مجید کے چھبیسویں پارے کی سورۂ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتوں کو طوالِ مفصل کہتے ہیں۔

اوساطِ مفصل | سورۂ طارق سے سورۂ لم یکن تک کی سورتوں کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔

قصارِ مفصل | سورۂ اذا زلزلت سے سورۂ ناس یعنی آخر قرآن مجید تک کی سورتوں کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو کی تعریف | سہو کے معنیٰ بھول جانے کے ہیں۔ نماز میں ایک یا کئی واجب بھول جانے سے جو سجدہ واجب ہوتا ہے اُسے سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کا حکم | اگر نماز میں کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہوتا ہے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ | نماز کے آخری قعدے میں التحیات کے بعد صرف دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر التحیات، درود اور دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

مسبوق کے لئے سجدۂ سہو کا حکم | اگر مسبوق کے شریک نماز ہونے سے پہلے امام سے سہو ہوا تھا تو مسبوق کو بھی امام کی متابعت میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔ پھر اگر اس کی باقی نماز میں اُس سے سہو ہو جائے تو اس کے لئے علیٰحدہ سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورتیں | (۱) واجب کا چھوٹ جانا (۲) واجب میں تاخیر ہونا۔

(۳) فرض میں تاخیر ہونا (۴) فرض کو مقدم کرنا (۵) فرض کو مکرر کرنا (۶) واجب کی کیفیت بدل دینا۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ تلاوت کی تعریف | تلاوت کے معنیٰ پڑھنے کے ہیں۔ قرآنِ مجید کے کسی سجدے کی آیت کو پڑھنے یا سننے سے جو سجدہ واجب ہوتا ہے اُسے سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

سجدہ تلاوت کا حکم | سجدۂ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے اور سننے والے دونوں پر واجب ہوتا ہے۔

تلاوت کے سجدوں کی تعداد | پورے قرآن مجید میں چودہ۱۴ مقام ایسے ہیں جن کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کل چودہ۱۴ سجدے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا وقت | نماز میں ہو تو اُسی وقت سجدۂ تلاوت کرے۔ اور نماز سے باہر ہو تو بھی بہتر تو یہی ہے کہ فوراً سجدہ کرلے۔ لیکن دوسرے وقت بھی جائز ہے۔

نماز کے باہر سجدے کا طریقہ | کھڑا ہو کر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور پھر تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ بیٹھ کر بھی سجدۂ تلاوت ادا کرنا جائز ہے۔

سجدۂ تلاوت کی شرطیں | سجدۂ تلاوت ادا ہونے کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں۔

سجدۂ تلاوت فاسد ہونے کی صورتیں | جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے اُن ہی چیزوں سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

سجدے کی ایک ہی آیت کے بار بار پڑھنے کا حکم | اگر سجدے کی ایک ہی آیت ایک ہی مجلس (جگہ) میں بار بار پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر جگہ بدل بدل کر ایک ہی آیت سجدہ پڑھی جائے تو ہر جگہ کے لئے علٰحدہ سجدہ واجب ہوگا۔

ایک ہی جگہ سجدے کی کئی آیتیں پڑھنے کا حکم | اگر ایک ہی جگہ سجدے کی کئی آیتیں پڑھی جائیں تو ہر آیت کے لئے علٰحدہ علٰحدہ سجدہ واجب ہوگا۔

تلاوت میں سجدے کی آیت چھوڑنے کا حکم — تلاوت میں آیت سجدہ کے اول آخر حصے کو پڑھنا اور صرف آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

آیت سجدہ کو آہستہ پڑھنے کی صورت — اگر مجمع میں تلاوت کر رہا ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدے کی آیت کو آہستہ پڑھے۔

نماز وتر کا بیان

نماز وتر کی وجہ تسمیہ — وتر کے معنے طاق کے ہیں۔ چونکہ اس نماز میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اس لئے اسے نمازِ وتر کہتے ہیں۔

نماز وتر کا حکم — نمازِ وتر واجب ہے۔ اس کے پڑھنے کی سخت تاکید ہے۔ چھوٹ جائے تو قضا پڑھنا واجب ہے۔

نمازِ وتر کی ترکیب — دو رکعتیں پڑھ کر پہلا قعدہ کرے اور صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اس تیسری رکعت میں بھی پہلی دو رکعتوں کی طرح سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت پڑھ کر رکوع میں جانے کے بجائے تکبیر کہتا ہوا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور باندھ لے۔ اور دعائے قنوت پڑھے، پھر رکوع اور سجدے وغیرہ کر کے رکعت پوری کرلے۔ اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کوئی اور دعا جو یاد ہو پڑھ لے (نماز وتر کا وقت فرض نمازوں کے ساتھ لکھدیا گیا ہے)۔

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

سنت موکدہ نمازیں — فجر کے فرضوں سے پہلے دوؔ رکعتیں، ظہر اور جمعے کے فرضوں سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں، ظہر کے فرضوں کے بعد دوؔ رکعتیں، جمعے کے فرضوں کے بعد ایک سلام سے چار رکعتیں، مغرب کے فرضوں کے بعد دوؔ رکعتیں،

عشا کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں، رمضان شریف میں تراویح کی بیس رکعتیں، ان کے سوا باقی تمام نمازیں نفل یا سنت غیر موکدہ ہیں۔ ان سب میں نمازِ تہجد کا جو اخیر رات میں صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھی جاتی ہے بڑا ثواب اور فضیلت ہے۔ بلکہ بعض کے نزدیک یہ بھی سنت موکدہ ہے[1]

نماز کے مکروہ اوقات

ہر نماز کے ممنوع اور مکروہ اوقات (۱) آفتاب طلوع ہونے سے ایک نیزہ بلند ہونے تک۔ (۲) ٹھیک دوپہر کے وقت (۳) آفتاب متغیر ہو جانے سے غروب ہونے تک۔ لیکن اگر اسی دن کی نماز عصر نہ پڑھی ہو تو آفتاب متغیر یا غروب ہونے کی حالت میں بھی پڑھ لینا جائز ہے (۴) جمعے کا خطبہ ہوتے وقت۔ لیکن اگر خطبہ شروع ہونے سے پہلے نفل نماز شروع کر دی تھی تو پہلی رکعت کا سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز توڑ دے اور اگر سجدہ کر لیا تھا تو دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے۔ ان اوقات میں سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ بھی مکروہ ہے۔

نفل نماز کے مکروہ اوقات (۱) صبح صادق ہونے کے بعد فجر کے فرضوں سے پہلی دو سنتوں کے علاوہ (۲) فجر کے فرضوں کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے (۳) عصر کے فرضوں کے بعد آفتاب متغیر ہونے سے پہلے (۴) غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے (۵) عیدین کی نماز سے پہلے گھر اور عیدگاہ وغیرہ میں اور عیدین کی نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں عیدین وغیرہ کا خطبہ ہوتے وقت۔ لیکن ان اوقات میں فرض اور واجب نماز کی قضا، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔

---

[1] نفل نمازوں کی تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھی جائے ۱۲ منہ

نمازِ تراویح کا بیان

تراویح کے معنی | تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ اور یہ لفظ راحت سے بنا ہے۔ چونکہ اس نماز میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ آرام لیا جاتا ہے اس لئے اسے تراویح کہتے ہیں۔

نمازِ تراویح کا حکم | نمازِ تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنتِ موکدہ ہے اور صرف مردوں کے لئے جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ یعنی اگر محلے کی مسجد میں نمازِ تراویح جماعت سے پڑھی جائے اور کوئی شخص گھر میں اکیلا پڑھ لے تو لائقِ ملامت نہ ہوگا۔ لیکن اگر تمام محلّے والے جماعت سے نہ پڑھیں تو سب لائقِ ملامت ہوں گے۔ رمضان شریف کے پورے مہینے میں ایک مرتبہ تراویح میں قرآن مجید ختم کرنا سنت، دو مرتبہ افضل اور تین دفعہ اُس سے زیادہ افضل ہے بشرطیکہ مصلیوں کو بار معلوم نہ ہو۔ ورنہ ایک ہی ختم کیا جائے۔

نمازِ تراویح کا وقت | نمازِ تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق شروع ہونے سے پہلے تک ہے۔ بہ ضرورت وتر کی نماز سے پہلے اور بعد دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

نمازِ تراویح کی تعداد رکعات | نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔

آرام کی حالت کا حکم | آرام کی حالت میں اختیار ہے کہ چاہے خاموش بیٹھیں، یا آہستہ آہستہ قرآن مجید یا تسبیح پڑھیں، یا الگ الگ نفل پڑھیں۔

فائدہ:۔ اگر کسی نے فرض نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو وہ تراویح جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔

بیمار کی نماز کا بیان

بیمار کی نماز کا حکم اگر بیمار میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو، یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہو، یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، یا سر میں چکر آکر گر جانے کا خوف ہو، یا کھڑے ہونے کی طاقت تو ہو لیکن رکوع اور سجدہ نہ کر سکتا ہو تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے پھر اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں رکوع اور سجدہ کر سکتا ہو تو کرے ورنہ اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے اور سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ سر جھکا کر کرے تکیہ وغیرہ سامنے رکھ کر اُس پر سجدہ نہ کرے۔ اور اگر بیمار بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ مشرق کی طرف سر کر کے چت لیٹ جائے اور سر کے نیچے بڑا تکیہ رکھ کر سر کو خوب اونچا کرے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ لیکن اگر اتنی طاقت نہیں ہے تو چھوٹا تکیہ رکھ لے کہ سر قبلے کی طرف ہو جائے۔ اور پاؤں قبلے کی طرف کھڑے کر لے۔ اگر پاؤں کھڑے نہ کر سکتا ہو تو پھیلا لے اور نیت کر کے نماز شروع کرے۔ رکوع اور سجدے کے لئے سر جھکا کر اشارہ کرے سجدے کے لئے رکوع سے زیادہ سر جھکائے۔ یہ صورت افضل ہے۔ اور جائز یہ بھی ہے کہ دائیں یا بائیں کروٹ پر قبلے کی طرف منہ کر کے لیٹے اور اشارے سے نماز ادا کرے۔ پھر اگر سر کے اشارے کی بھی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو نماز معاف ہو گئی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی اُس کے ذمے نہیں۔ اگر ایک رات دن یا اس سے کم میں اُسے سر کے اشارے کی طاقت آگئی تو چھوٹی ہوئی نمازوں کی جو پانچ یا پانچ سے کم نمازیں ہوں گی قضا اس کے ذمے لازم ہوگی

مسافر کی نماز کا بیان

مسافر کی تعریف شریعت میں مسافر اسے کہتے ہیں جو اس مقام کا ارادہ کرکے گھر سے چلے جہاں معمولی رفتار اور معمولی آرام کے ساتھ تین دن میں پہنچ جائے۔ اڑتالیس میل انگریزی کی مسافت اس کے لئے قائم کی گئی ہے۔ شہر سے نکلتے ہی مسافر ہو جائے گا۔ اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے ورنہ باہر کے حکم میں۔

ریل وغیرہ کے سفر کا حکم ریل ہو یا موٹر یا ہوائی جہاز کیسی ہی تیز رفتار سواری ہو جب تین منزل یعنی اڑتالیس میل کی مسافت طے کرنے کا ارادہ کرکے چلے گا تو مسافر ہو جائے گا۔

مسافر کی نماز کا حکم مسافر کو صرف چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کا حکم ہے یعنی چار رکعتوں کے بجائے دو رکعتیں پڑھے۔ اس لئے ظہر، عصر اور عشا کی نمازوں میں قصر ہوگا نہ باقی نمازوں میں۔ ہاں اگر کسی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو ان نمازوں میں بھی قصر نہ ہوگا۔ امام کی اقتدا میں پوری پڑھی جائیں گی لیکن اگر یہ خود امام ہے تو دو ہی رکعتیں پڑھے اور مقتدیوں کو ہدایت دے دے کہ وہ اپنی باقی دو رکعتیں پوری کرلیں۔ اور مقتدی بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو جائیں اور ان دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کریں۔ اور سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی نہ کریں۔ کیونکہ یہ اب بھی مقتدی ہی کے حکم میں ہیں۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے۔ پوری پڑھی جائیں۔ لیکن اگر جلدی ہو تو صبح کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں کا چھوڑ دینا جائز ہے۔

قصر کی مدت جب تک سفر میں کسی ایک مقام پر پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت نہ کرے مسافر کے حکم میں رہے گا اور قصر کرنا ہوگا۔

جمعے کی نماز کا بیان

جمعے کی نماز کا حکم نمازِ جمعہ ظہر کی نماز کے بجائے اگر شرطیں پائی جاتی ہوں تو مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، تندرست اور مقیم مردوں پر فرض ہے۔

جمعے کی نماز کن لوگوں پر فرض نہیں؟ اور اگر یہ پڑھ لیں تو کیا حکم ہے؟ جمعے کی نماز نابالغوں، غلاموں، دیوانوں، بیماروں، اندھوں، اپاہجوں اور اس قسم کے دوسرے معذوروں، مسافروں اور عورتوں پر فرض نہیں۔ لیکن اگر یہ پڑھ لیں تو ادا ہو جائے گی اور ظہر کی نماز اُن کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

نمازِ جمعہ کی شرطیں (١) شہر یا شہر کے قائم مقام بڑا گاؤں یا قصبے کا ہونا، یا شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی کہ شہری ضرورتیں وہاں سے تعلق رکھتی ہوں۔ جیسے وہاں مردے دفن ہوتے ہوں یا چھاؤنی ہو۔ تو وہ بھی شہر کے حکم میں ہے (٢) ظہر کا وقت ہونا (٣) نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا (٤) جماعت کا ہونا۔ (٥) اذنِ عام یعنی مسجد میں آنے کی کسی مسلمان کو روک ٹوک نہ ہونا۔ اگر یہ باتیں نہ پائی جائیں تو جمعہ درست نہ ہوگا ظہر کی نماز پڑھی جائے۔

نمازِ جمعہ کی تعداد رکعات جمعے کی نماز دو رکعتیں ہے۔

خطبہ کس زبان میں ہونا چاہیے؟ خطبہ عربی زبان میں ہونا چاہیے دوسری زبان میں مکروہ ہے۔

خطبے کے وقت یہ باتیں منع ہیں باتیں کرنا، نماز پڑھنا، کھانا پینا، کسی بات کا جواب دینا، قرآن وغیرہ پڑھنا، زبان سے درود وغیرہ پڑھنا۔ غرض وہ سب باتیں منع ہیں جو خطبہ سننے میں خلل ڈالیں۔

خطبے کا مسنون طریقہ نماز سے پہلے امام منبر پر بیٹھے اور اُس کے روبرو مؤذن اذان کہے۔ اذان کے بعد امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور خطبہ شروع کرے، پہلا خطبہ

پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے۔ اس کے بعد نماز شروع کرے۔

جمعے کی جماعت کے لئے تعداد جمعے کی جماعت کے لئے امام کے سوا کم سے کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں ورنہ جمعہ درست نہ ہوگا۔

جمعے کے وقت خرید و فروخت کا حکم جمعے کے دن پہلی اذان کے وقت سے نمازِ جمعہ ختم ہونے تک خرید و فروخت حرام ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے۔

نمازِ عیدین کا بیان

عیدین کے معنے عیدین کے معنے ہیں دو عیدیں۔ دو عیدوں سے مراد عید الفطر اور عید الاضحےٰ ہیں۔ ان دونوں عیدوں میں دو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس لئے ایک کو نماز عید الفطر اور دوسری کو نماز عید الاضحےٰ کہتے ہیں۔ اور دونوں کو ملا کر نماز عیدین۔

نماز عیدین کا حکم دونوں عیدوں کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے واجب ہے۔ اور جن لوگوں پر جمعے کی نماز فرض ہے اُن ہی پر عیدین کی نماز بھی واجب ہے۔ اور جو شرطیں جمعے کی نماز درست ہونے کے لئے ہیں۔ وہی عیدین کی نماز کے لئے بھی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ عیدین کی نماز کا خطبہ نہ تو فرض ہے نہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے اور سنت ہے۔ نمازِ عیدین کی دونوں رکعتوں میں تین تین تکبیریں زائد واجب ہیں۔ نماز عیدین کی قضا نہیں ہے۔

نماز عیدین کی تعداد رکعات دونوں عیدوں کی نماز دو دو رکعتیں ہے۔

نماز عیدین کا وقت عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال کے پہلے تک ہے عذر اور مجبوری کی صورت میں عید الفطر کی نماز شوال کی دوسری تاریخ تک اور عید الاضحےٰ کی نماز ذی الحجہ کی بارھویں تک پڑھ سکتے ہیں۔

عیدین کی نماز کی ترکیب دونوں نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے:۔ امام نیت کرے میں عید الفطر یا عید الاضحےٰ کی دو رکعت واجب نماز مع چھ زائد تکبیروں کے قبلے کی طرف

متوجہ ہو کر پڑھتا ہوں اور مقتدی بھی اسی طرح نیت کریں لیکن "اس امام کے مقتدی ہو کر" کے الفاظ زیادہ کہیں۔ اس کے بعد امام زور سے اور مقتدی آہستہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اور دونوں سُبحانکَ اللّٰھُمَّ آخر تک آہستہ پڑھیں پھر امام تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دے اور مقتدی بھی اسی طرح کریں، پھر دوسری دفعہ امام تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور چھوڑ دے اور مقتدی اُس کی پیروی کریں، پھر تیسری دفعہ امام تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھائے اور باندھ لے۔ مقتدی بھی ایسا ہی کریں۔ اب امام تعوذ اور تسمیہ آہستہ اور سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورت پکار کر پڑھے۔ مقتدی خاموش کھڑے رہیں۔ پھر امام رکوع کرے اور مقتدی بھی اُس کے ساتھ رکوع کریں، پھر امام اور مقتدی قومے کے بعد سجدے کر کے کھڑے ہو جائیں۔ اب امام تسمیہ آہستہ اور سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت آواز سے پڑھے۔ مقتدی خاموش کھڑے رہیں۔ امام قرأت ختم کر کے تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور چھوڑ دے، پھر دوسری اور تیسری دفعہ بھی اسی طرح تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے۔ مقتدی بھی امام کے ساتھ اسی طرح تین دفعہ کانوں تک تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے امام اور مقتدی رکوع کریں اور نماز کے عام قاعدے کے موافق نماز پوری کریں۔ نماز کے بعد امام کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام مقتدی خاموشی سے سنیں۔ عیدین میں بھی جمعے کی طرح دو خطبے ہوتے ہیں اور دونوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا سنت ہے۔

دونوں عیدوں کے دن سنت اور مستحب کام

(۱) غسل کرنا اور مسواک کرنا (۲) جو لباس میسر ہو اُن میں سے اچھا لباس پہننا (۳) خوشبو لگانا۔ (۴) عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا (۵) عیدگاہ کو پیدل جانا (۶) ایک راستے سے

جانا، دوسرے راستے سے واپس آنا۔

تنبیہ :- عیدین کی نماز سے پہلے گھر اور عیدگاہ وغیرہ میں اور نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

عید الفطر کے خاص کام (۱) عید الفطر کے دن عیدگاہ کو جانے سے پہلے کھجوریں جو تعداد میں طاق ہوں یا کوئی اور میٹھی چیز کھانا (۲) صدقۂ فطر ادا کرکے عیدگاہ کو جانا (۳) عیدگاہ کو جاتے ہوئے آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے جانا۔

عید الاضحیٰ کے خاص کام (۱) عیدگاہ کو جاتے وقت راستے میں آواز سے تکبیر کہتے ہوئے جانا (۲) نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا (۳) صاحبِ نصاب پر قربانی کا واجب ہونا۔ (۴) تکبیراتِ تشریق کا واجب ہونا۔

ایامِ تشریق ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔

تکبیراتِ تشریق عرفہ، عید اور تشریق کے دنوں میں فرض نمازوں کے بعد جو تکبیریں کہی جاتی ہیں اُن تکبیروں کو تکبیراتِ تشریق کہتے ہیں۔

تکبیراتِ تشریق کب سے کب تک واجب ہیں؟ تکبیراتِ تشریق عرفے کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کی نمازِ صبح کے بعد سے شروع ہوتی ہیں اور ہر فرض نماز کے بعد تیرھویں تاریخ کی نمازِ عصر تک کہی جاتی ہیں۔ اس طرح پانچ دن تک تکبیراتِ تشریق واجب ہیں۔ مردوں کو آواز سے اور عورتوں کو آہستہ کہنی چاہئیں۔

تکبیرِ تشریق تکبیرِ تشریق یہ ہے :- اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ ترجمہ :- اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں۔ اور اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ یہی تکبیر عیدین کے دن عیدگاہ کو جاتے وقت راستے میں کہی جاتی ہے۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کی تعریف جنازہ جیم کے زبر سے مُردے کو کہتے ہیں اور جیم کے زیر سے اس تختے کو کہتے ہیں جس پر مُردے کو لٹاتے ہیں۔ اور جو نماز مُردے پر پڑھی جاتی ہے اُسے نمازِ جنازہ کہتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کا حکم نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر بعض نے بھی پڑھ لی تو سب کے ذمّے سے فرض اُتر گیا اور اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔ اس نماز میں رکوع اور سجدہ وغیرہ نہیں ہے۔ صرف چار تکبیریں ہوتی ہیں۔ نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔

نمازِ جنازہ کی شرطیں (۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) میت کا پاک ہونا۔ (۳) کفن کا پاک ہونا۔ (۴) میت کا ستر ڈھکا ہُوا ہونا (۵) میت کا نماز پڑھنے والے کے سامنے رکھا ہوا ہونا۔

نمازِ جنازہ کی ترکیب نمازِ جنازہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے:۔ اوّل صفیں باندھی جائیں اگر آدمی زیادہ ہوں تو تین یا پانچ یا سات غرض طاق صفیں باندھنا بہتر ہے۔ اس کے بعد امام نیت کرے کہ میں خدا کے لئے اس جنازے کی نماز قبلے کی طرف متوجہ ہو کر پڑھتا ہوں (مقتدی اپنی نیت میں اس امام کے مقتدی ہو کر کے الفاظ زیادہ کریں) پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ تکبیر تحریمہ کہیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔ اور امام و مقتدی آہستہ آہستہ ثنا پڑھیں۔ ثنا میں تعالیٰ جدُّکَ کے بعد وجلّ ثناؤکَ بھی کہہ لیں تو بہتر ہے۔ پھر امام زور سے اور مقتدی آہستہ بغیر ہاتھ اُٹھائے دوسری تکبیر کہیں اور دونوں درود جو فرض نمازوں وغیرہ کے قعدۂ اخیرہ میں پڑھے جاتے ہیں امام اور

مقتدی دونوں آہستہ آہستہ پڑھیں۔ پھر تیسری تکبیر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ کہیں اور امام و مقتدی دونوں اگر بالغ مرد یا عورت کا جنازہ ہو تو یہ عربی دعا آہستہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ

اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مردوں، ہمارے حاضروں، ہمارے غائبوں، ہمارے چھوٹوں، ہمارے بڑوں، ہمارے مردوں، ہماری عورتوں کو بخشدے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جسے تو ہم میں سے مارے تو ایمان پر مار۔

اور اگر جنازہ نابالغ لڑکے کا ہو تو یہ عربی دعا پڑھیں :۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اے اللہ! اس بچے کو ہماری نجات کیلئے آگے جانے والا بنا اور (اس کی جدائی کی مصیبت کو) ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ بنا، اور اس کو ہماری شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا گیا بنا۔

اور اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو یہ عربی دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً۔

اے اللہ! اس بچی کو ہماری نجات کیلئے آگے جانے والی بنا اور (اس کی جدائی کی مصیبت کو) ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ بنا۔ اور اس کو ہماری شفاعت کرنے والی اور شفاعت قبول کی گئی بنا۔

اس کے بعد امام زور سے اور مقتدی آہستہ چوتھی تکبیر کہیں۔ پھر امام زور سے اور مقتدی آہستہ پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف سلام پھیر دیں۔ نماز سے فارغ ہو کر جنازے کو اٹھا کر لے چلیں چلتے وقت اگر کلمۂ شریف وغیرہ پڑھیں تو دل میں پڑھیں آواز سے پڑھنا مکروہ ہے، میت کی پہلی منزل یعنی قبر اور حساب کتاب کا دھیان کریں اور دنیا کی بے اعتباری کو سوچیں اور دل میں میت کے لئے مغفرت اور آسانی کی دعا کرتے رہیں۔ پھر قبرستان میں پہنچ کر میت کو دفن کر دیں۔

تیسرا رکن زکوٰۃ

خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا　　　ادھر دیا کہ اُدھر داخل خزانہ ہوا

تمہید خدا کی انگنت نعمتوں میں دولت بھی اگر وہ جائز طریقے سے حاصل ہوئی ہو تو بڑی نعمت ہے۔ اور ہر نعمت پر منعم کا شکر واجب ہے۔ جو نعمت کی زیادتی و خوشگواری اور منعم کی خوشنودی کا باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا صحیح معنوں میں دولت کی نعمت کا شکریہ ہے کہ اس سے اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے غریبوں اور محتاجوں کی بھی مدد کرتا رہے اور اُن کی اعانت میں دریغ نہ کرے کہ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو　　　ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

زکوٰۃ کے معنےٰ لغت میں زکوٰۃ کے معنے ہیں پاک ہونا اور بڑھنا۔ چونکہ مال خیرات کرنے سے پاک ہوتا اور بڑھتا ہے۔ اِس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں اور شریعت میں خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بغیر کسی عوض کے مقررہ مقدار مال کا مستحق مسلمان کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔

زکوٰۃ کا حکم اور اہمیت زکوٰۃ مالی عبادت کا نام ہے۔ یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور ہر عاقل، بالغ مسلمان پر جو صاحبِ نصاب ہو اور اُس نصاب پر پورا سال گزر گیا ہو فرض ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور فرض ہونے کے بعد فرضیت کو مانتے ہوئے ادا نہ کرنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر اور تاکید ہے اللہ پاک فرماتا ہے "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو" زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

(اے پیغمبر!) انہیں قیامت کے دن دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔ جب کہ اُس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اُس سے اُن کے ماتھے اور اُن کی کروٹیں اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنے لئے (دُنیا میں) جمع کیا تھا (آج) اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو"۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کے لئے اسی طرح کا مضمون ارشاد فرمایا ہے اور سخت عذاب کی خبر دی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "خدا کی قسم اگر فرض زکوٰۃ میں سے لوگ رسّی کا ایک ٹکڑا بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں جہاد کا حکم دوں گا"۔ فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والا قتل کیا جا سکتا ہے۔

خیرات کا ثواب اللہ پاک فرماتا ہے کہ "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اگائے ہر بال میں سو سو دانے ہوں"۔ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ایک کے بدلے سات سو پائیں گے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں کہ "جو لوگ اپنا مال دونوں ہاتھ بھر بھر کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہی ہلاکت اور تباہی سے نجات پائیں گے"۔

زکوٰۃ کے فائدے زکوٰۃ کی وجہ سے مسلمان دین اور دنیا کے بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ خدا کی خوشنودی اور بندوں کے شکریے کا استحقاق پیدا کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا بہت سے اچھے اخلاق سے مالا مال اور بُرے اخلاق سے پاک صاف ہو جاتا ہے، بُخل اور مال کی محبت جو بد اخلاقیوں کی جڑ ہے اُس سے دور ہو جاتی ہے، ہمدردی و غمخواری اور جود و کرم کے اعلیٰ اوصاف زکوٰۃ ہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔ محتاج اور غریب مسلمانوں میں

عزتِ نفس اور خودداری کی عمدہ صفتیں زکوٰۃ ہی کے وسیلے سے پیدا ہوسکتی ہیں۔ دولتمند کی دولت سے خوشگواری اور خود دولتمند کے ساتھ اُنس و محبت اسی کی بدولت لوگوں میں پیدا ہوتی ہے اسی کے ذریعے انسان خدا کی محبت کے دعوے کا عملی ثبوت دے سکتا ہے، غریبوں اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری کرکے سچی مسرت حاصل ہونے کا ذریعہ زکوٰۃ ہی بنتی ہے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں (۱) مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ اور مالک نصاب ہونا (۲) مال کا اپنی اصلی ضرورتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا (۳) مالکِ نصاب ہونے کے بعد نصاب پر پورا ایک سال گزر جانا (۴) مال کا بڑھنے والا ہونا ان شرطوں کے موجود ہونے پر مالکِ نصاب کو ہر سال زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

نصاب کے معنے لغت میں نصاب کے معنے اصل کے ہیں اور شرع میں مال اور اسباب وغیرہ کی اُس مقدار کا نام نصاب ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

وہ چیزیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے (۱) چاندی سونے کی تمام چیزیں، خواہ زیور ہو، خواہ سکہ، خواہ برتن وغیرہ (۲) ہر قسم کا مالِ تجارت (۳) نقد رقم جو نوٹوں وغیرہ کی صورت میں ہو (۴) مویشی[1]۔ ان سب چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔

چاندی کا نصاب چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جس کے چھتیس تولے پانچ ماشے چار رتی ہوتے ہیں۔ اور اُنتالیس روپے بارہ آنے اور تقریباً ساڑھے چار پائی۔ اس کا چالیسواں حصہ ادا کرنا چاہیئے۔ جو پانچ درم۔ یا دس ماشے ساڑھے سات رتی یا ایک روپیہ حالی کے قریب ہوگا۔ ایک روپیہ دے دیا جائے۔

سونے کا نصاب سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کے پانچ تولے دو ماشے چار رتی ہوتی ہیں۔ اس کا چالیسواں حصہ نصف مثقال ہے جس کا وزن ایک ماشہ چار رتی دو جَو ہوتا ہے۔

[1] مویشی کی زکوٰۃ کی تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھی جائے ۱۲ منہ

تجارتی مال کا نصاب تجارت کے مال کی قیمت لگاؤ اور حسبِ نصاب بالا زکوٰۃ دو۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا صحیح طریقہ (۱) جس قدر زکوٰۃ واجب ہو وہ محض خدا واسطے کی نیت کرکے کسی مستحق کو دے دو اور اُسے اس کا مالک بنا دو۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے کے سوا اور کسی خدمت یا اُجرت کے بدلے زکوٰۃ کی رقم وغیرہ دینا جائز نہیں۔ (۲) زکوٰۃ میں نقد رقم بھی دی جا سکتی ہے اور سامان خرید کر بھی دیا جا سکتا ہے (۳) قمری حساب سے سال پورا ہوتے ہی زکوٰۃ ادا کر دینا چاہیئے۔ (۴) سال سے پہلے بھی زکوٰۃ کا دے دینا جائز ہے (۵) زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرنا ضروری ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (۶) جسے زکوٰۃ دی جائے اُسے یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے (۷) سال گزرتے وقت زکوٰۃ ادا کرنے سے قبل اگر سارا مال ضائع ہوگیا، یا خدا کی راہ میں دے دیا تو زکوٰۃ ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

مصارفِ زکوٰۃ کا بیان

مصارف زکوٰۃ کی تعریف مصارف مصرف کی جمع ہے۔ شرع کے حکم سے جس شخص کو زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے اُسے مصرفِ زکوٰۃ کہتے ہیں۔ پس مصارف زکوٰۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کی تفصیل (۱) وہ فقیر جس کے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو (۲) مسکین یعنے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو (۳) قرضدار جس کے پاس قرض سے بچا ہوا کوئی مال نہ ہو (۴) وہ مسافر جو بحالت سفر تنگ دست ہو اُس کو بھی بقدر حاجت دے سکتے ہیں۔

وہ مواقع جہاں زکوٰۃ دینا منع ہے (۱) مال دار جس کے پاس حاجت اصلی سے زائد مال یا سانا ہو۔ (۲) سید اور بنی ہاشم (۳) اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور پڑنگ جیسے پردادا پردادی، پرنانا پرنانی وغیرہ (۴) بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی نیچے تک

جیسے پرپوتا، پرپوتی، پرنواسا پرنواسی وغیرہ (۵) شوہر بیوی کو، اور بیوی شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی (۶) کافر (۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد (۸) جن کاموں میں کوئی مستحق مالک نہ بنایا جائے اُن میں بھی خرچ کرنا منع ہے۔ جیسے میت کا گورکفن، میت کا قرض، کنواں، سرائے وغیرہ، مسجد کی تعمیر یا فرش وغیرہ۔

ناواقفیت سے غیر مستحق کو زکوٰۃ پہنچ جانے کا حکم اگر غلطی سے کسی شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہ تھا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی پھر دینا واجب نہیں۔

زکوٰۃ کا زیادہ حق رکھنے والے زکوٰۃ کا حق زکوٰۃ دینے والے کے قریبی عزیزوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ ہے جیسے بھائی، بھتیجے، بھتیجیاں، بہن، بھانجے، بھانجیاں، چچا، پھوپی، خالہ، ماموں، ساس، سُسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجتمند اور مستحق ہوں اُنہیں دینے میں بہت ثواب ہے، ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں کو جو زیادہ مستحق ہوں دینا چاہیئے۔ پھر جسے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو۔ جیسے طالب علم۔

صدقۂ فطر کا بیان

صدقۂ فطر کی تعریف رمضان شریف کے بعد روزہ کھلنے کی خوشی اور شکریے میں خدا نے ایک صدقہ مقرر فرمایا ہے۔ جس سے غریبوں کی امداد ہوتی ہے۔ اسے صدقۂ فطر کہتے ہیں۔ اور اسی خوشی کے منانے کا دن ہونے کی وجہ سے رمضان شریف کے بعد والی عید کو عید الفطر کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کی شرط جب مسلمان آزاد، مرد ہو یا عورت بقدر نصاب مال کا مالک ہو تو اُس پر صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن صدقۂ فطر میں نصاب کے لئے وہ مال بھی لگایا جاتا ہے جو زکوٰۃ میں نہیں لگایا جاتا۔ جیسے ضرورت سے زیادہ کپڑے یا برتن وغیرہ

نیز صدقۂ فطر کے مال کے نصاب پر سال گزرنا بھی شرط نہیں۔

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟ ہر شخص مالکِ نصاب کو اپنی طرف سے دینے کے علاوہ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب ہے۔ لیکن اگر نابالغوں کا مال ہو تو اُس میں سے ادا کر دیا جائے۔

صدقۂ فطر کا حکم صدقۂ فطر روزہ دار اور غیر روزہ دار سب پر واجب ہے۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے نمازِ عید سے پہلے ادا کر دینا چاہیئے۔ لیکن اگر صدقۂ فطر عید سے پہلے رمضان شریف ہی میں ادا کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اور عید کی نماز کے بعد بھی دینا جائز ہے۔ اور جب تک ادا نہ کرے گا واجب رہے گا۔

صدقۂ فطر میں کیا چیزیں دیجائیں؟ صدقۂ فطر میں ہر قسم کا غلہ اور نقد دینا جائز ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار
(۱) گیہوں اور اُس کا آٹا یا ستو نصف صاع یعنی سوا سیر[۱]۔
(۲) جو یا اُس کا آٹا یا ستو۔ ایک صاع یعنی ڈھائی سیر۔
(۳) ان کے علاوہ جو غلہ دے وہ ان کی قیمت لگا کر جتنا ہوتا ہو دے دے۔

صدقۂ فطر کے مصارف جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اُن ہی کو صدقۂ فطر بھی دینا جائز ہے۔ اور جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا منع ہے اُن ہی کو صدقۂ فطر دینا بھی منع ہے۔

---

[۱] از روے حساب اس سے کچھ کم ہوتا ہے لیکن احتیاطاً اسی قدر دینا مناسب ہے۔ یہ وزن حیدرآباد کے مروجہ سرکاری سیر سے ہے اور انتی کے سیر سے ایک سیر پانچ چھٹانک تک ہونا چاہیئے۔ اور جو وغیرہ دینے کی صورت میں اس کا دوگنا۔ صدقات کے بارے میں یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مقدار معین سے کچھ زیادہ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب کی توقع ہے اور کم دینے کی صورت میں مواخذہ متیقن ہے ۱۲ منہ

چوتھا رکن روزہ

یہ دانش، یہ بینش، یہ حکمت نہ ہوتی نہ ہوتا جو روزہ بصیرت نہ ہوتی
دلوں سے کدورت کو دھوتا ہے روزہ گناہوں کی کشتی ڈبوتا ہے روزہ

تمہید انسان اور حیوان میں فرق کرنے والی چیز عقل ہے۔ عقل کا یہ کام ہے کہ نفس کی خواہشوں کو اپنے قابو میں رکھے اور ہر خواہش کو مناسب اور جائز طریقے سے پورا کرے۔ جن چیزوں کو شریعت نے منع کیا ہے اُن سے روکے اور جن چیزوں کو حلال جائز قرار دیا ہے اُن سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیے روزے میں نفس کے مغلوب اور عقل کے غالب ہونے کی کیفیت عجیب طرح سے پائی جاتی ہے کہ ناجائز اور حرام چیزوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ روزہ دار خدا کی مرضی اور حکم سے جائز اور حلال چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے۔ اور یہ عمل خدا کا مخلص اور فرماں بردار بندہ بننے کی کھلی شہادت ہے۔

روزے کی تعریف صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ کھانا پینا چھوڑنے اور عورتوں[1] سے الگ رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کی فضیلت حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ "ہر نیکی کا ثواب نامۂ اعمال میں دس گنے سے سات سو گنے تک لکھا جاتا ہے مگر روزہ۔ کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود ہی اُس کا صلہ عطا کروں گا۔" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ہر شَی کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا کو مشک سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔"

روزے میں زیادتیِ اجر کی وجہ عبادت میں اصل چیز خلوص ہے۔ اور روزے میں یہ صفت عمدہ طور پر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ روزہ نام ہے کھانا پینا چھوڑنے اور

---

[1] بالغ تفصیلی مسائل دوسری کتابوں میں دیکھیں۔ ۱۲ منہ

نفسانی خواہشوں سے جدا رہنے کا۔ اور یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ لوگوں سے چھپ کر عمل میں لائی جاسکتی ہیں اس لیئے روزے کی حالت سے واقعی طور پر خدا کے سوا کوئی اور واقف نہیں ہو سکتا۔ بخلاف دوسری عبادتوں کے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج کہ ان میں یہ پوشیدگی نہیں۔ ان کو سب دیکھ سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عمل کسی دوسرے کے دکھانے کے لئے کئے گئے ہوں۔ لیکن روزہ کسی دوسرے کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس روزہ وہی سچا اور مخلص مسلمان رکھے گا جس کو اللہ کے سوا کسی سے کوئی غرض ہی نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ روزے سے ہمارا خطرناک دشمن شیطان مغلوب ہوتا ہے۔ کیونکہ جس قدر نفسانی خواہشیں ہیں سب پیٹ بھرنے پر اپنا زور دکھاتی ہیں اور شیطان ان ہی خواہشوں کے ذریعے لوگوں کو سیدھے راستے سے بھٹکاتا ہے۔ اور جب مسلمان روزے کی وجہ سے بھوکا رہے گا تو اُسے غالب آنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔

رمضان کے روزوں کا حکم، اہمیت اور فائدے

سال کے بارہ مہینوں میں رمضان کے پورے مہینے کے روزے ہر مسلمان عاقل، بالغ، مرد اور عورت[1] پر فرض ہیں۔ ان کے فرض ہونے کا انکار کرنے والا کافر اور بغیر عذر کے نہ رکھنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے اگلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر کے نہ رکھا وہ اگر تمام سال یا تمام عمر بھی نفل روزے رکھتا رہے، یا دنیا کی ساری نعمتیں خیرات کردے تب بھی اس ایک روزے کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا"۔ قصداً ایک روزہ توڑنے کے بدلے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ پھر بھی وہ اجر و ثواب حاصل نہیں ہو سکتا جو رمضان کے اُس ایک روزے سے ہوتا۔

[1] لیکن عورتوں کو اُن کے قدرتی عذروں کی حالت میں رکھنا منع ہیں رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں قضا کریں ۱۲ منہ

حدیث شریف میں ہے کہ "جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں"

روزہ جسمانی صحت کے لئے نہایت مفید چیز ہے۔ اس سے ردی اور خراب رطوبتیں جن سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خشک ہو جاتی ہیں۔ طِب کی رُو سے تمام بیماریوں کی جڑ معدہ ہے اور روزے سے معدے کی اصلاح بخوبی ہو جاتی ہے، عقل میں نور اور طبیعت میں تیزی اور چستی پیدا ہوتی ہے، صبر وضبط کی بہترین صفت انسان میں روزے کی بدولت ہی پیدا ہوتی ہے، عاجزی اور انکسار، خاکساری اور فروتنی روزے ہی کے نتائج ہیں۔ روزے سے خدا کی ہر نعمت کی قدر ہوتی ہے اور انسان میں شکرگزاری کا مادّہ پیدا ہوتا ہے۔ خداترسی اور بھوکوں کے ساتھ ہمدردی کا سبق روزہ ہی پڑھاتا ہے۔ غرض روزہ دار میں بہت سی اخلاقی فضیلتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بہت سے رذائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

رمضان کا چاند دیکھنے کا بیان

رمضان کا چاند دیکھنے کا حکم

شعبان کی اُنتیس تاریخ رمضان شریف کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا اور مطلع پر ڈھونڈنا واجب ہے۔ مطلع سے آسمان کا وہ حصہ مراد ہے جدھر چاند نکلتا ہے۔

اُنتیس شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی حالت کا حکم

اگر انتیس شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو صبح کو دس گیارہ بجے تک کچھ کھانا پینا نہ چاہیے۔ اگر اس درمیان میں کہیں سے چاند دیکھنے کی معتبر خبر آگئی تو روزے کی نیت کر لو ورنہ کھاؤ پیو۔

اس طرح نیت کرنا کہ اگر چاند ہو گیا تو رمضان کا ورنہ نفل روزہ ہے، مکروہ ہے۔

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں شہادت کا حکم اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان شریف کے چاند کے لئے ایک دیندار اور پرہیزگار آدمی کی گواہی کافی ہے۔ چاہے مرد ہو یا عورت۔

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں عیدین کے لئے شہادت کا حکم مطلع صاف نہ ہو تو عیدین کے چاند کے لئے دو پرہیزگار اور سچے مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی درکار ہوگی۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں شہادت کا حکم مطلع صاف ہو تو رمضان اور دونوں عیدوں کے چاند کے لئے بڑی تعداد اور کثیر جماعت کی شہادت درکار ہوگی جس کے جھوٹ کو عقل باور نہ کر سکے۔

دور کی خبر کا حکم چاند کے بارے میں کتنی ہی دور کی خبر ہو قابلِ اعتبار ہوگی۔

رمضان کا چاند دیکھنے والے کی گواہی قبول نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اگر کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا تھا۔ لیکن اس کی شہادت قبول نہیں کی گئی تو اُسے روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔

روزے کا وقت روزے کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔

روزے کی نیت کا حکم روزہ صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر بغیر نیت کے روزہ رکھا جائے گا تو درست نہ ہوگا۔ لیکن زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ دل میں نیت کر لی جائے تو کافی ہے۔ نیز نیت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ عربی زبان میں ہو۔ جس زبان میں چاہیں نیت کریں۔ رمضان شریف کے روزوں کی نیت رات سے کی جائے یا صبح کو آدھے دن سے پہلے پہلے۔

روزے کے مستحبات (۱) سحری کھانا (۲) رات سے نیت کرنا (۳) سحری ایسے اخیر وقت میں کھانا کہ صبح صادق سے پہلے فارغ ہو جائے۔ (۴) افطار میں جلدی کرنا جب کہ آفتاب کے غروب ہونے میں شبہ نہ رہے۔ (۵) چھوارے یا کھجور اور یہ نہ ہوں

تو پانی سے افطار کرنا۔

سحری اور اُس کا وقت اخیر رات میں صبح صادق سے پہلے کچھ کھانے کو سحری کہتے ہیں۔ رات کا اخیر حصہ صبح صادق سے پہلے پہلے اُس کا وقت ہے۔ سحری کرنا سنت ہے۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔ بھوک نہ ہو تو ایک دو لقمے ہی کھالے یا پانی پی لے۔

روزے کے مکروہات (۱) کسی چیز کا مُنہ میں ڈالے رکھنا یا چبانا (۲) کوئی چیز چکھنا (لیکن اگر کسی عورت کا شوہر بد مزاج ہو تو اُسے زبان کی نوک سے سالن کا نمک چکھنا جائز ہے) (۳) کلی کرنے یا ناک کے اندر پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ (۴) مُنہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل لینا (۵) غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالی گلوج کرنا (۶) بھوک پیاس کی وجہ سے بیقراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا۔ (۷) نہانے کی حاجت ہو جائے تو نہانے کو قصداً صبح صادق کے بعد تک ٹالنا۔ (۸) کوئلہ چبا کر یا منجن سے دانت مانجنا۔

وہ چیزیں جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا (۱) سُرمہ لگانا (۲) بدن پر تیل ملنا (۳) سر میں تیل ڈالنا (۴) مسواک کرنا اگرچہ تازی جڑ یا شاخ کی ہو (۵) خوشبو لگانا یا سونگھنا (۶) بھولے سے کوئی ایسا کام کرنا جس کے قصداً کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ (۷) خود بخود بلا قصد قے ہو جانا (۸) اپنا تھوک نگلنا (۹) بلا قصد مکھی یا دھویں کا حلق سے اُتر جانا۔

مفسدات روزہ مفسدات روزہ اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اُن کی دو قسمیں ہیں :- (۱) وہ جن سے صرف قضا لازم آتی ہے (۲) وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

وہ مفسدات جن سے صرف قضا واجب ہوتی ہے (۱) کسی نے زبردستی روزہ دار کے مُنہ میں کچھ ڈال دیا اور وہ حلق سے اُتر گیا (۲) روزہ یاد تھا مگر کلی کرتے وقت

بلا قصد حلق سے پانی اُتر گیا (۳) قے آئی اور قصداً حلق میں لوٹالی (۴) قصداً منہ بھر قے کی (۵) کنکری، پتھر کا ٹکڑا، گٹھلی، مٹی، کاغذ کا ٹکڑا قصداً نگل لینا۔ (۶) دانتوں کی اٹکی ہوئی چیز کو جو چنے کے برابر ہو زبان سے نکال کر نگل لینا (۷) کان میں تیل ڈالنا (۸) ناس لینا (۹) دانتوں سے نکلے ہوئے خون کو اگر وہ تھوک پر غالب ہو نگل لینا۔ (۱۰) بھولے سے کچھ کھا پی کر اس خیال سے کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھا پی لینا (۱۱) صبح صادق کے وقت اس خیال سے سحری کر لینا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی (۱۲) رمضان شریف کے سوا اور دنوں میں کوئی روزہ قصداً توڑ دینا (۱۳) ابر یا غبار کے دنوں میں غروب آفتاب کا خیال کر کے افطار کر لینا اور پھر معلوم ہوتا کہ آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔

وہ مفسدات جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

(۱) رمضان کا روزہ رکھ کر کوئی ایسا کام قصداً کرنا جو روزے میں منع ہے جیسے قصداً کھانا پینا وغیرہ (۲) روزے کی حالت میں کوئی ایسا کام کیا جو جائز تھا جیسے سُرمہ لگا لیا یا خوشبو سونگھ لی وغیرہ۔ اور پھر اس خیال سے کہ روزہ ٹوٹ گیا وہ کام کیے جو روزے میں منع ہیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ۔

وہ صورتیں جن میں روزہ نہ ہونے کی حالت میں بھی شام تک کچھ نہ کھانا واجب ہے۔

(۱) روزہ ٹوٹ جائے (۲) مسافر دن میں گھر آئے (۳) کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ تھا پھر وہ عذر دن کے وقت جاتا رہا جیسے مجنون اچھا ہو گیا) یا بیمار تندرست ہو گیا وغیرہ۔[1]

روزے کی قضا کا وقت

قضا کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب چاہے رکھ لے مگر جلدی مناسب ہے۔

---

[1] تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھی جائے ۱۲ منہ

قضا روزوں میں سلسلہ قضا روزوں میں سلسلہ قائم رکھنے کی ضرورت نہیں جس طرح چاہے رکھے۔ مثلاً اگر کسی کے چار روزے قضا ہوں تو چاہے مسلسل رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کرکے۔

گذشتہ رمضان کے قضا اور موجودہ رمضان کے روزوں کا حکم اگر کسی پر گزشتہ رمضان کے روزے قضا تھے اور ابھی وہ ادا نہ ہوئے تھے کہ دوسرا رمضان آگیا تو پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے پھر گزشتہ رمضان کے روزوں کی قضا کرے۔

ایسے بڑھاپے یا بیماری کا حکم جس میں طاقت اور صحت کی امید نہ رہی ہو اگر کوئی اتنا بوڑھا ہوگیا ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا یا ایسا بیمار ہے کہ اچھے ہونے کی امید نہیں تو اُسے فدیہ دے دینے کی اجازت ہے۔

نفل روزہ رکھ کر توڑ دینے کا حکم اگر کسی نے نفل روزہ رکھ کر توڑ ڈالا تو اُس کی قضا واجب ہوگی کیونکہ نفل روزہ ہو یا نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتے ہیں۔

فدئے کے معنے، مقدار اور حکم فدئے کے معنے بدلے کے ہیں اور شرع میں روزہ نہ رکھ سکنے کے بدلے جو صدقہ دیا جاتا ہے اُسے فدیہ کہتے ہیں۔ فدئے کی مقدار یہ ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح و شام اُس کو پیٹ بھر کے کھلا دے۔ فدئے کے غلے کی قیمت دینا بھی درست ہے۔ اور فدئے کا غلہ کئی مسکینوں کو بانٹ دینا بھی درست ہے۔

فدئے کے بعد طاقت آجانے یا تندرست ہوجانے کا حکم اگر فدیہ دینے کے بعد پھر کبھی بوڑھے میں طاقت آگئی یا بیمار تندرست ہوگیا تو تمام روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور فدئے کا ثواب الگ ملے گا۔

مرنے والے کے روزوں کا حکم اگر کوئی شخص مر گیا اور اُس کے ذمے رمضان کے روزے رہ گئے ہوں تو اگر اُس نے وصیت کردی ہے تو اُس کے ولی کو چاہیئے کہ اُس کے

مال میں سے بشرط گنجائش فدیہ دے دے۔ اور اگر اُس نے وصیت نہیں کی تو بھی اُس کے وارثوں کو چاہیئے کہ بشرط استطاعت فدیہ دے دیں۔

کفارے کے معنے لغت میں کفارہ کے معنے چھپانے والے کے ہیں۔ اور شرع میں گناہ اور قصور کے بدلے میں جو چیزیں دے کر گناہ کو نابود کیا جاتا ہے اُسے کفارہ کہتے ہیں۔

روزہ توڑنے کا کفارہ (۱) غلام آزاد کرے۔ لیکن چونکہ یہاں غلام نہیں اس لئے صرف یہ دو صورتیں اختیار کی جائیں :- (۱) ایک روزے کے بدلے دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے درمیان میں کوئی روزہ نہ چھوٹے ورنہ پھر از سرِ نو رکھنے پڑیں گے۔ اس لئے جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے وہ بھی درمیان میں نہ آنے جائیں[1] (۲) اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ یا اُس کی قیمت دے دے۔ (اگر کئی روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا)۔

تنبیہ :- یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ایک مسکین کو ایک دن سے زیادہ غلہ وغیرہ دیا جائے گا تو یہ زیادتی دوسرے دنوں میں محسوب نہ ہوگی۔ لہٰذا ایک مسکین کو ایک دن سے زیادہ نہ دیا جائے۔

وہ ایام جن میں روزہ رکھنا حرام ہے ان دنوں میں نفل ہوں یا واجب ہر قسم کے روزے رکھنے منع اور حرام ہیں :- (۱) عید الفطر کے دن (۲) عید الاضحےٰ کے دن (۳) ایام تشریق میں یعنی ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔

---

[1] عورتوں کے قدرتی عذر اس سے مستثنےٰ ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ عذر رفع ہوتے ہی فوراً روزے شروع کر دئے جائیں۔ ۱۲ منہ

پانچواں رُکن حج

تمہید محبت جب بڑھ جاتی ہے تو اُسے دیوانہ پن کہتے ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچنے کے بعد آدمی ایک ہی دُھن کا ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب یا اُس کی چیزوں کے سوا اُسے دُنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہتی۔ عقل بیکار اور عقل کے بتلائے ہوئے نشیب و فراز رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ تلاشِ یار میں وحشیوں کی صورت بنائے ننگے سر ننگے پیر جنگل بیابان کو نکل جاتا ہے۔ اور محبوبِ دلنواز کو پیار، محبت اور تعظیم کے ناموں سے پکارتا جاتا ہے۔ قسمت سے کوئی محبوب تک رسائی ہو گئی تو خوشی سے پھولوں نہیں سماتا۔ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ آستانۂ یار نظر آگیا تو پھر کیا پوچھنا۔ سو جان سے قربان ہوتا ہے اُس کے گرد گھومتا ہے اور خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ اور اس حالت میں کوئی عقل کی بات سمجھاتا یا نصیحت کرتا ہے تو بے تحاشا اُس کی سرکوبی کے لئے اینٹ پتھر برساتا ہے۔ محبت کے اسی مرتبے اور اُس کے آثار و نتائج کے اظہار کا نام اسلام نے حج رکھا ہے۔ خدا توفیق دے کہ ایسی محبت اُسی سے پیدا ہو۔ کیونکہ ایسی محبت کے لئے جس حسن خوبی اور جمال و کمال کی ضرورت ہے وہ اللہ کے سوا اور کہاں پائے جا سکتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

سچ تو یہ ہے کہ جو عاشق ہو تو انساں تیرا
کوئی تجھ سا نہیں لاثانی ہے تو اے محبوب

حج کے معنے اسلامی عبادات کی تین قسمیں ہیں:- ایک محض بدنی۔ جیسے نماز اور روزہ، دوسرے محض مالی جیسے زکوٰۃ، تیسرے ان دونوں سے مرکب جیسے حج۔ حج کے معنے لغت میں قصد کے ہیں اور شرع میں یہ ہیں کہ خاص زمانے یعنی

حج کے دنوں میں خاص طریقے سے عرفات کے میدان میں کھڑا ہو اور خانۂ کعبہ کی زیارت کرے۔

حج کی اہمیت اللہ پاک فرماتا ہے کہ " لوگوں پر خالص اللہ کے لئے خانۂ کعبہ کا حج فرض ہے۔ جس شخص میں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو " اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ " جو صاحب استطاعت مسلمان بغیر حج کئے مر گیا تو اُسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر " سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ " میرا یہ قصد ہوتا ہے کہ لوگ شہروں کو روانہ کیے جائیں اور وہ دیکھیں کہ کن لوگوں نے حج نہیں کیا تاکہ میں اُن پر جزیہ مقرر کر دوں کیونکہ وہ مسلمان نہیں اس کو مکرر فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر لوگ کسی سال حج نہ کریں گے تو میں اُن سے جہاد کروں گا۔ جیسے نماز اور زکوٰۃ ترک کرنے والوں سے "

حج کی فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ " جو شخص گھر سے حج کے ارادے سے نکلے اور رستے میں مر جائے تو قیامت تک ہر سال اُس کے لئے حج اور عمرہ لکھا جاتا رہے گا " دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ " جس نے صرف اللہ واسطے حج کیا اور حج کی حالت میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کیا اور بے شرمی کی باتوں سے بچا رہا تو وہ حج سے ایسا پھرا اور گناہوں سے ایسا پاک ہوا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے "

حج کے فائدے اسلام کی تعلیم کے اکثر اجزا میں دین کی اصلی اور حقیقی مصلحتوں کے ساتھ دنیا کے لوگوں میں اتفاق، محبت، ہمدردی اور میل ملاپ پیدا کرنے کے اغراض بھی پوری طرح موجود ہیں۔ یہی جھلک اُس کی تمام مقرر کردہ عبادتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ دیکھو ! دن رات میں پانچ دفعہ محلے کی مسجد میں ہر امیر اور غریب کو مل کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، جمعے میں مختلف محلوں کے لوگوں کو ہفتے میں ایک بار

ملنے کا موقع ملتا ہے، عیدین کے موقع پر گاؤں اور شہر کے لوگوں کو سال میں دو بار آپس میں میل ملاقات کا موقع حاصل ہوتا ہے، زکوٰۃ کی وجہ سے بھی باہمی محبت وہمدردی بخوبی حاصل ہوتی ہے۔ پھر مختلف ملکوں، مختلف نسلوں، مختلف رنگوں اور مختلف زبانوں کے لوگوں کو کم سے کم عمر بھر میں ایک دفعہ ملنے، تبادلۂ خیالات کرنے اور آپس میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ حج بنا۔ اور محبت الٰہی کے اظہار کے مقصد اصلی کے ساتھ ساتھ اسی اتحاد و یکجہتی کو زیادہ مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے حج میں وضع قطع کے اندر عام سادگی کا حکم دیا گیا۔ تاکہ دین واحد کے پیروؤں کے حاشیۂ خیال میں بھی تفریق و جدائی نہ آسکے۔ فقیرانہ لباس سراپا نیاز حالت مغرور سے مغرور آدمی کی طبیعت میں کسر و انکسار، تواضع اور عاجزی کا خیال پیدا کر دیتی ہے۔ دنیا کی چیزوں سے دلچسپی نہ رہنے اور بے تعلق ہونے کی بہترین عملی تعلیم حج ہی سے حاصل ہوتی ہے، جیتے جی اور زندگی میں محض اللہ کے لئے شہر و دیار، گھر بار، عزیزوں اور قریبوں سے جدائی اللہ کے ساتھ خلوص کا پتہ دیتی اور موت کی مشکل میں آسانی کا ذریعہ بنتی ہے، مرغوباتِ نفسانی کو قابو اور اختیار رکھتے ہوئے اپنے اوپر حرام کرلینا نفس کشی کی اعلیٰ تعلیم ہے، لاکھوں آدمیوں کا ایک مقام پر ایک ہی حیثیت میں خدائے واحد کے آگے جھکنا اور مناسکِ حج بجالانا اسلامی شان و شوکت کو عمدہ طریقے سے ظاہر کرتا اور خدا کی عظمت و جبروت کو مجسم کر کے دکھا دیتا ہے، حج کی وجہ سے جو سفر کرنا پڑتا ہے اس سے معلومات میں بہت کچھ مفید اضافہ اور بڑا تجربہ حاصل ہوتا ہے، سفر کی مشقتیں اور ارکان حج کی بجا آوری اچھی خاصی ورزش اور صبر و ضبط کا عمدہ ترین سبب ہے۔ اور سیر و سیاحت کے لطف کا ذریعہ۔

حج کا حکم اور فرض ہونے کی شرطیں حج اسلام کا پانچواں رُکن ہے۔ حج کی فرضیت کا منکر کافر

اور فرض ہونے پر فرضیت کو مانتے ہوئے نہ ادا کرنے والا فاسق اور سخت گنہگار ہے
حج کی شرطیں یہ ہیں :- (۱) حج کرنے والا آزاد ہو (۲) مسلمان ہو (۳) عاقل ہو
(۴) بالغ ہو (۵) بیمار اور اندھا نہ ہو یا کسی اور شرعی عذر اور مجبوری میں مبتلا نہ ہو
(۶) کسی کا ضامن نہ ہو (۷) سواری اور راستے کے خرچ پر قادر ہو (۸) راستے میں
امن ہو (۹) اہل عیال کا خرچ واپس ہونے تک دے سکتا ہو (۱۰) عورت کے لئے
ان شرطوں کے علاوہ محرم کا ساتھ ہونا بھی شرط ہے۔

حج کے فرض (۱) احرام باندھنا (۲) عرفات میں ٹھیرنا (۳) طواف زیارت کرنا۔

حج کے واجب (۱) رات کو مزدلفے میں ٹھیرنا (۲) کنکریاں پھینکنا۔
(۳) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا (۴) بال منڈانا (۵) طواف صدر کرنا
یعنی لوٹتے وقت رخصت کا طواف کرنا ان کے سوا باقی سب سنتیں اور مستحب ہیں۔

احرام کے معنے احرام کے معنے ہیں حرام کرنا اور شریعت میں مخصوص حرمات کے
التزام کا نام احرام ہے چونکہ اس سے بعض مباح اور حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں
اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔

احرام باندھنے کے بعد کے احکام احرام باندھنے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں:-
(۱) لڑائی جھگڑا کرنا (۲) جھوٹ بولنا (۳) غیبت کرنا (۴) تہمت لگانا یا
برائی کرنا (۵) گالی دینا یا فحش بکنا۔ (یہ پانچوں باتیں اگرچہ ہر وقت ممنوع اور حرام ہیں لیکن احرام کے
بعد ان کی حرمت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ احرام کے بعد اُن کے حرام ہونے کا یہی مطلب ہے)
(۶) خشکی کا شکار کرنا (۷) بدن کے بال منڈانا (۸) سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونا (۹) ناخن اور مونچھیں کترنا۔
(۱۰) موزے پہننا (۱۱) عمامہ باندھنا (۱۲) سئے ہوئے کپڑے پہننا (۱۳) خوشبو لگانا (۱۴) عورت سے قربت ہونا۔

ہندوستان والوں کا میقات جہاں احرام باندھا جاتا ہے اُسے میقات کہتے ہیں مختلف مقامات سے
آنے والوں کے لئے الگ الگ میقات ہیں اُن کے منجملہ ہندوستان والوں کا میقات یلملم پہاڑ ہے۔

صحت وطاقت جسمانی

آدمی کا تندرست اور طاقتور ہونا بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ مقولہ مبالغے سے بالکل پاک ہے کہ "ایک تندرستی ہزار نعمت"۔ دنیا کے کام ہوں یا دین کے، اخلاق ہوں یا عادات۔ سب اسی کے برتے پر چلتے ہیں۔ خدا نے انسان کے لئے ہزاروں کیا بیشمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ لیکن ان سے فائدہ اٹھانا بالکل تندرست اور طاقتور رہنے پر موقوف ہے۔ صحت نہ ہو تو آدمی کی زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ اخلاق خراب، عادتیں بے کار، بات بات پر لڑنے مرنے کو تیار۔ سیدھے منہ بات کرنا مشکل، مزاج میں چڑچڑا پن اور طبیعت میں ایک طرح کی الجھن سی پیدا ہو جاتی ہے۔ بیمار آدمی کیسی ہی خوش ذائقہ اور مزیدار چیز کھائے۔ لیکن ناک بھوں چڑھائے بغیر نہیں کھا سکتا۔ میٹھی سی میٹھی چیز کڑوی اور لطیف سے لطیف غذا بے لذت معلوم ہوتی ہے۔ اچھے سے اچھے شغل سے جی گھبراتا ہے، موت کا سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے رات کو نیند نہ دن کو چین۔ عزیزوں کی صحبت اور دوستوں کی موجودگی اسے خوش نہیں کر سکتی۔ دنیا بھر کی دولت سامنے لا کر رکھ دو مگر بے کار، عیش کے سارے سامان مہیا کر دو مگر بے سود۔ ظاہری اور باطنی حواس کام سے رہ جاتے ہیں۔ نہ عقل کام دیتی ہے نہ ذہانت۔ نہ ہاتھ چلتے ہیں نہ پیر صحیح معنوں میں حواس باختہ اور اپاہج بن جاتا ہے۔ خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت جو انسانی زندگی کا خلاصہ ہے۔ اس کے قابو سے باہر ہو جاتی ہے۔ اور دوسروں کی خدمت تو درکنار اپنے ہی ذرا ذرا سے کام کے لئے دوسروں کا محتاج بننا اور احسان مند ہونا پڑتا ہے اور غیرت وخودداری کے ضروری اوصاف سے بے نصیب رہتا ہے۔ گویا یوں سمجھو کہ

بیماری خدا کی بڑی بڑی نعمتوں کی قدر سے محروم رکھتی اور اُن کی شکر گزاری سے روکتی ہے۔

اللہ پاک نے طاقت جسمانی کو بڑی وقعت دی ہے چنانچہ قرآن مجید میں یہ واقعہ موجود ہے کہ جب بنی اسرائیل کو جالوت کے مقابلے کے لئے بادشاہ کی ضرورت ہوئی تو خدا نے طالوت کو بادشاہ بنایا حالانکہ وہ ادنیٰ درجہ کا ایک پیشہ ور تھا۔ بنی اسرائیل کے دولتمند سرداروں نے اس کی بادشاہت پر اعتراض کیا تو یہی جواب دیا گیا کہ وہ علم و عقل اور جسمانی طاقت میں سب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے وہی بادشاہ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت و سیاست کے لئے بھی جسمانی طاقت کی بڑی ضرورت ہے۔

بچو! تم یہ مضمون پڑھ کر سوچتے ہوگے کہ اس لمبی چوڑی نصیحت سے فائدہ؟ کیونکہ بیماری ہو یا تندرستی سب اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ میرے عزیزو! تم نے جو خیال کیا وہ درست ہے۔ مگر یاد رکھو کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اتفاقی امور کو چھوڑ کر یہاں جتنے کام ہوتے ہیں سب کے لئے کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ کیونکہ اسباب بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے اور اُسی کے بتلائے ہوئے ہیں اور اُن سے شریعت کے تابع رہ کر کام لینا عین خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ دیکھو! کوئی زہر کھا کر مرنے لگے اور کہے کہ موت بغیر خدا کے حکم کے نہیں آسکتی لہٰذا میں خدا کے حکم سے مر رہا ہوں تو کوئی عقلمند اُس کے اس کہنے کو معقول نہ سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب نے جہاں انسان کی عاقبت کی بہتری کے احکام دئے ہیں وہیں اُن میں دنیا کی بہبودی کے راز بھی پوشیدہ کر دئے ہیں۔ اگر آدمی مذہب اسلام کے احکام پر چلے تو دین اور دنیا دونوں سُدھر جائیں۔ مذہب کی عبادتوں ہی کو لو تو صاف طور پر معلوم ہوگا کہ تمام عبادتیں آخرت کے اجر و ثواب کے ساتھ جسمانی صحت اور اخلاقی فوائد سے بھی معمور ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیوی ڈاکٹروں اور طبیبوں کے بنائے ہوئے اصول حفظانِ صحت مذہبی اصولِ حفظانِ صحت کے

مقابلے میں ہیچ اور بچوں کا کھیل ہیں۔ دنیا مانتی ہے کہ تمام بیماریاں معدے کی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے لئے مذہب نے جو رمضان کے روزے فرض کئے ہیں وہ کتنے مفید ہیں ؟ کہ گیارہ مہینے تک پیٹ میں الا بلا بھرتے رہنے سے جو مواد فاسد معدے میں جمع ہو گیا ہے وہ تحلیل ہو جاتا ہے۔ رمضان کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزوں کی تعریف اور فضیلت بیان فرمائی ہے اور ترغیب دی ہے۔ پھر آپ نے عام طور پر کم کھانے کی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی جس سے بیماریوں کی جڑ ہی کھوکھلی ہو گئی۔ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ کسی عجمی بادشاہ نے آپ کی خدمت میں ایک حاذق طبیب کو بھیجا تاکہ بیماروں کا علاج کرے وہ سال بھر تک آپ کے پاس رہا۔ مگر ایک بیمار بھی اُس کی طرف رجوع نہ ہوا۔ مجبور ہو کر اُس نے آپ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں کے لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب تک خُوب بھوک نہیں لگتی نہیں کھاتے۔ اور ابھی بھوک باقی رہتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اُس نے عرض کیا کہ تندرستی کا اصلی سبب یہی ہے اور چلا گیا۔ اس کے بعد صحت و طاقت کے لئے احدی پن اور صاف ستھرا نہ رہنا بھی سخت مضر ہے۔ اس کے لئے مذہب کی فرض کی ہوئی دن رات میں پانچ نمازیں کس قدر فائدہ مند ہیں ؟ کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت مناسب اور موزوں ورزش، صفائی اور ستھرائی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر حرام و حلال کی تفصیل سے صحت کو نقصان دینے والی اور اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں سے بچایا۔ حج میں بھی صحت و اخلاق کی اصلاح کا کافی سامان موجود ہے۔ غرض مذہب کے ضروری احکام میں انسانی صحت و طاقت کی وہ رعایت رکھی گئی ہے جو دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ ایک بیمار مسلمان کسی غیر مسلم ڈاکٹر کے پاس

علاج کے لئے گیا تو اُس نے ہنس کر کہا کہ "مسلمان اور بیمار" جس سے اُس کی یہی غرض تھی کہ اسلام کے احکام اعلیٰ درجے کے اصول حفظانِ صحت پر مبنی ہیں۔ پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کے حالات بتلاتے ہیں کہ معمولہ عبادتوں، جنگ اور گھر بار کے کاروبار کی ضرورت سے جو نقل و حرکت ہوتی تھی اُس کے علاوہ مردانہ ورزشوں کا بھی خاصہ چرچا تھا۔ آپ صحابۂ کرام کو تیر انگنی کے لئے دو جماعتوں میں تقسیم فرماتے اور نشانہ بازی کی مشق کراتے تھے۔ گھوڑوں کی دوڑ بھی آپ کے حکم سے ہوا کرتی تھی۔ بڑی دوڑ پانچ چھ میل کی اور چھوٹی دوڑ کم سے کم ایک میل کی ہوتی تھی یہی سبب تھا کہ عام طور پر صحابۂ کرام نہایت تندرست اور بڑے طاقتور تھے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قوت و طاقت کے واقعات تو بچے بچے کی زبان پر ہیں۔

رکانہ عرب کا ایک مشہور پہلوان تھا۔ اُس نے اپنے پچھڑنے کو مسلمان ہونے کی شرط قرار دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے تین دفعہ پچھاڑا۔ اے کاش ہم مسلمان نام کے مسلمان نہ رہیں اور ان عمدہ نمونوں کی پیروی کر کے دین اور دنیا میں سُرخ رُو ہوں۔ آمین۔

حرام و حلال چیزیں

سب جانتے ہیں کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، کھانے کی ہوں یا پینے کی دیکھنے کی ہوں یا سننے کی، چکھنے اور سونگھنے کی ہوں یا چھونے کی کچھ نہ کچھ اثر اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اسی طرح تمام اعضا کی حرکات و سکنات بھی تاثیرات سے بھری ہوئی ہیں۔ اچھا اور مفید اثر کریں گی، یا بُرا اور مضر۔ اچھی چیزوں اور اچھی حرکتوں کا اثر انسانی طبیعت اور اخلاق پر اچھا پڑے گا، بُری چیزوں اور بُری حرکتوں کا بُرا۔ ممکن نہیں کہ گرم چیزیں اپنی طبیعت کو بدل کر سرد ہو جائیں، اور سرد چیزیں گرم بن جائیں، اچھی حرکتیں اور اچھے کام بُرا اثر کرنے لگیں اور بُری حرکتیں اور بُرے کام اچھا۔ اس لئے عقلمندی اور ہوشیاری کا منشا یہ ہونا چاہیئے کہ آدمی مفید چیزوں اور اچھے کاموں کو اختیار کرے اور بُری چیزوں اور بُرے کاموں سے بچے۔ دیکھو! دنیا کے طبیب اور ڈاکٹر کیوں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں؟ اس لئے کہ وہ چند روزہ زندگی کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچاتے اور فائدہ پہنچانے والی چیزوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ماں باپ کی شفقت و محبت کیوں ضرب المثل بنی ہوئی ہے؟ اس واسطے کہ وہ نادان بچے کو اُس کی زندگی کو تباہ کرنے والی چیزوں اور باتوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اس کی زندگی کو خوشگوار بنانے والی چیزوں کے اختیار کرنے پر اُسے مجبور کرتے ہیں۔ پھر خدا نے کیا کیا؟ اُس نے بھی تو مذہب کے پردے میں یہی کیا ہے کہ جو چیزیں ہماری صحت، ہمارے اخلاق، ہماری شرافت، ہمارے آرام اور ہمارے اطمینان پر بُرا اثر ڈالنے والی تھیں اُن سے منع کیا۔ ایسی ہی چیزوں کو

حرام کہا جاتا ہے۔ اور جو چیزیں ہماری صحت، ہمارے اخلاق، ہماری شرافت، ہمارے آرام اور ہمارے اطمینان کے لئے مفید اور کار آمد تھیں اُن کے استعمال کا حکم اور اجازت دی ایسی ہی چیزوں کو حلال کہا جاتا ہے۔ لہٰذا حرام چیزوں سے بچنا عقلمندی اور اُن میں مبتلا ہونا جہالت و نادانی ہے۔

بچو! اگر تم علم خواص الاشیا کا مطالعہ کروگے اور حرام چیزوں کی تاثیرات سے واقف ہوگے تو یاد رکھو کہ مذہب کی اعلیٰ ہمدردی اور محبت کی داد دئے بغیر نہ رہ سکوگے۔ اور بُرے کاموں کے نتیجوں کو پیش نظر رکھوگے تو مذہب کی حکمت اور دانائی پر سر دھنوگے۔ دیکھو! مذہب نے اگر زہریلی چیزوں کے استعمال سے منع کیا تو اُن کے مہلک اور قاتل اثرات کی بنا پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ منع کرنے کی چیزیں نہ تھیں؟ مذہب نے اگر نشہ، جوا اور دوسری ایسی ہی چیزیں حرام کیں تو کیا ان کے انسانی زندگی اور انسانی اخلاق کو تباہ کرنے والے نتیجے یہ نہیں سمجھاتے کہ واقعی وہ حرام کرنے کی چیزیں تھیں؟ تاریخیں پڑھو، واقعات سامنے رکھو اور پھر دیکھو کہ مذہب کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں نے خلاف ورزی کی صورت میں کیسے کیسے ذلیل اور ناگوار انقلاب پیدا کئے ہیں۔ میرے عزیزو! ان نمونوں اور مثالوں کے بعد پورا یقین کرلو کہ مذہب نے جن چیزوں، جن کاموں اور جن شغلوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے انسان کے حق میں سمِ قاتل اور دنیا کی چند روزہ زندگی اور آخرت کی دائمی حیات کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔ اِس لئے اُن سے بچنے اور بچانے کی پوری کوشش کرو۔

نشہ

عزیز طلبہ! تم نے اپنے اُستادوں اور بڑوں کو کہتے سُنا ہوگا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اشرف المخلوقات کے معنے ہیں خدا کی تمام پیدا کی ہوئی چیزوں میں زیادہ بزرگ۔ پیدا کی ہوئی چیزیں دو طرح کی ہیں۔ جاندار اور بے جان۔ اب سمجھو! کہ انسان کی بزرگی اور بڑائی کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ بزرگی اور اشرفیت ظاہری جسم اور طاقت کے لحاظ سے ہے تو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جاندار اور بے جان دونوں طرح کی مخلوق میں اس سے بہت زیادہ بڑی اور طاقتور چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ہاتھی کو دیکھو کتنا جسیم ہے؟ پھر قوت کا یہ حال کہ اگر آہستہ سے ایک لحیم شحیم، موٹے تازے اور طاقتور آدمی پر پاؤں رکھ دے تو ہڈیوں کا چورا چورا ہو جائے، شیر اور چیتا ایک تھپڑ رسید کر دیں تو آنکھیں نکل پڑیں، ذرا سا پتھر سر میں آلگے تو ایک سر کے چار سر ہو جائیں، چھوٹی سی لکڑی کمر کو دوہرا کر دے۔ غرض یہ خیال تو نہایت غلط اور احمقانہ ہے کہ، آدمی ظاہری جسم اور قوت میں خدا کی ساری مخلوق سے بڑھا ہوا ہے۔ اچھا! پھر وہ کیا چیز ہے جس سے اس کی بزرگی اور اشرفیت سب پر مان لی جائے۔ تو سُنو! وہ چیز عقل ہے جس کی بدولت بڑے سے بڑا جسم رکھنے والی چیزیں بھی اس کے آگے سر جھکائے کھڑی نظر آتی ہیں۔ ہاتھی اس کے ہاتھ میں قید ہے، شیر اس کے جال میں پھنسا ہوا ہے، بڑے بڑے درخت اور اونچے اونچے پہاڑ اس کے نام سے تھراتے ہیں۔ اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ عقل کی طاقت کیسی طاقت ہے اور یہ چیز

انسان کے سوا دوسری مخلوقات میں پائی نہیں جاتی۔ لہذا نتیجہ صاف ہے کہ کوئی چیز خدا کی مخلوق میں انسان سے بڑھ کر نہیں اور مدار فضیلت وہی عقل ہے۔ عقل عام انسانوں میں پائی جاتی ہے تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ۔ لیکن علم اس کے لئے سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے اور عقل انسانی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے آدمی حصول علم میں بڑی بڑی کوششیں کرتا اور سخت سے سخت تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ گھر بار کو چھوڑتا ہے، وطن سے جدا ہوتا ہے، شفیق والدین کی آغوشِ محبت سے کنارہ کش ہوتا ہے، بہن بھائی، دوست احباب سب کو خیرباد کہتا ہے، سیکڑوں نہیں، ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے اور کبھی دیوانہ وار ہر چہ بادا باد کہتا ہوا دریا پار نکل جاتا ہے اور کبھی خشکی میں مارا مارا پھرتا ہے۔ غرض جس طرح بن پڑتا ہے اس عقل کو روشنی عطا کرنے والی چیز کو حاصل کرتا ہے مگر آہ! آہ!! آہ!!! اگر ایک طرف یہ اس چیز کی ترقی کے لئے جس کو قدرت نے اس کی فضیلت کا ذریعہ قرار دیا تھا سب کچھ کر گزرتا ہے تو دوسری طرف نہایت ذلت و حقارت سے اسے ٹھکراتا ہے یعنی **نشے** کا استعمال کرتا ہے۔

عزیز بچو! تم جانتے ہو نشہ کیا ہے؟ نشہ عقل کا دشمن، انسانیت کا برباد کرنے والا، شرافت کو کھونے والا، اخلاق کو ملیا میٹ کرنے والا، گویا مختصر الفاظ میں انسان کو حیوان سے بدتر بنانے والا، اور احسنِ تقویم سے اسفل سافلین تک پہنچانے والا ہے۔ وہ کونسی بے حیائی، وہ کونسی بے غیرتی اور وہ کونسی ذلیل حرکت ہے جو انسان نشے کی حالت میں نہیں کر گزرتا۔ صحیح معنوں میں جو حرکات وحشی جانور اور بدتمیز حیوان سے واقع نہیں ہوتیں وہ نشہ اس اشرف المخلوقات انسان سے سرزد کرا دیتا ہے۔

قومی اور ملکی وقار کی بربادی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل اور عزت و ناموس پر چھاپہ مارنا۔ اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ یہی سبب تو ہے کہ امریکہ نے اسے قانونی جبر سے روکنے کی کوشش کی۔ یورپ کے مختلف ملکوں میں سوسائٹیاں قائم ہیں جو کوئی اُن کا ممبر ہونا چاہتا ہے اُسے یہ عہد کرنا پڑتا ہے کہ عمر بھر شراب نہ پیوں گا۔ جنرل رابرٹس سابق سپہ سالار انگلستان نے ایک لیکچر میں کہا تھا کہ اگر ایسی فوج میرے ماتحت ہو جو شراب نہ پیتی ہو تو میں روئے زمین پر کوئی ملک ایسا نہیں دیکھتا جسے فتح نہ کر لوں۔ فرانس میں جب افیون کے استعمال کا چرچا ہوا تو وہاں کے اخباروں نے اتنا شور مچایا کہ گورنمنٹ اس کے روکنے کی تدبیریں اختیار کرنے پر مجبور ہوئی۔

غور کرو! اسلام کی صداقت اور اعلیٰ تعلیم کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ جس چیز کی مضرت کو دانایانِ فرنگ سیکڑوں ٹھوکریں کھا کر آج محسوس کر رہے اور اس کے انسداد کی تدبیریں عمل میں لا رہے ہیں۔ اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے اس کو "رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ" اور "كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ" کہہ کر انسانوں کو اس سے نفرت دلائی اور بچنے کی ہدایت دی تھی۔ **کاش** مسلمان ان واقعات ہی سے اسلام کے احکام کی قدر کریں۔

سبحان اللہ! کیا مسلمان تھے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم آیا اور منادی ہوئی تو خُم کے خُم زمین پر لنڈھا دیئے اور چلتے دور رک گئے۔ چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ اس دن مدینۂ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہی بہی پھرتی تھی۔ خدا کے احکام کی ایسی ہی تعظیم کا تو نتیجہ تھا کہ آج دنیا اُن کے کارناموں پر عش عش کرتی ہے۔

نشہ اور اسلام | مذہب اسلام نے شراب اور شراب جیسی چیزوں کو نجاست غلیظہ

مثل پیشاب اور پاخانے کی قرار دیا ہے۔ اور جس طرح پیشاب اور پاخانے سے طہارت اور پاکی حاصل کرنا ضروری ہے اُسی طرح شراب سے بھی ضروری ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "شیطان شراب اور جُوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے اور تم کو نماز سے روکنا چاہتا ہے، تو کیا تم اس سے باز رہو گے؟" یعنی باز رہنا چاہیئے۔ شراب کا استعمال حرام ہے۔ اس کی حرمت کا منکر کافر اور اس کو حرام جان کر استعمال کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور حد شرعی کا سزاوار ہے۔ اسی کوڑے مذہب نے اس کی حد قرار دی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

(۱) ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور خمر وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔

(۲) ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔

(۳) جو نشہ آور چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اُس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

ان احادیث اور احکام کی رو سے۔ شراب، سیندھی، تاڑی، گانجہ، افیون وغیرہ تمام چیزیں جو عقل میں فتور پیدا کریں حرام ہیں۔ اللہ پاک ہمیں ان سب چیزوں سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔
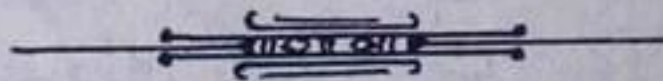
جوا

جن کاموں سے کسی طرح کی خرابی یا برائی پیدا ہوتی ہے انہیں شیطانی کام کہا جاتا ہے۔ ان میں خرابی اور برائی کی کمی زیادتی کے لحاظ سے بعض کام برے اور بعض بہت برے ہوتے ہیں۔ ان بہت برے اور شیطانی کاموں میں سے ایک جوا بھی ہے کیونکہ اس سے نہایت خراب اور بہت برے نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔

حرص اور لالچ کی برائی تو تم نے اپنے بڑوں سے اکثر سنی ہوگی۔ جوے کی جڑ بھی حرص و لالچ ہے۔ جوا اس امید پر کھیلا جاتا ہے کہ اس سے مال بڑھے اور دولت زیادہ ہو۔ کھیلنے والے دو شخص ہوں یا زیادہ دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نہ تو دونوں ہارنے والے ہو سکتے ہیں، نہ جیتنے والے۔ ایک ہارتا ہے، ایک جیتتا ہے۔ ہارنے والے شخص میں اب لالچ کا خیال تو کم ہو جاتا ہے۔ لیکن نقصان کی تلافی، کھوئی ہوئی چیز کی واپسی، ہارنے کی ندامت اور پھر اس کے انتقام کا جذبہ بہت قوی ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس حالت میں ایسا دیوانہ، اتنا مجنون اور اسقدر بدحواس بن جاتا ہے کہ جو اثاثہ اس کے پاس ہوتا ہے ذرا ذرا کر کے جوے میں لگا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے واقعات بھی موجود ہیں کہ جواریوں نے اپنی عزت، ناموس اور محبت کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنے بیوی بچوں تک کو جوے میں ہار دیا، سلطنتیں کھودیں اور منٹوں میں گھرے نادرے اور مفلس و قلاش ہو گئے۔ گویا یوں سمجھو کہ جوا ایک ہارنے والے کے حق میں چوروں اور ڈاکوؤں، آگ اور بجلی سے بھی زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی نظر سے بعض چیزیں بچ رہیں اور ایسا ہوتا بھی ہے، ممکن ہے کہ آگ اور بجلی تمام چیزوں کو خاک سیاہ نہ کریں اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے لیکن

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ جواری کی نظر سے گھر کی کونسی چیز چھپ سکتی ہے اس کی نظر تو گھر کے کونے کونے پر ہے۔ زمین میں گڑی ہوئی چیزیں اس کی آنکھوں کے سامنے اور محفوظ سے محفوظ مقام کی اشیا گویا اس کے ہاتھ میں ہیں غرض سب کچھ کھو چکنے کے بعد دوسرے جذبات اُس پر غالب آتے ہیں۔ اور آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ ہائے یہ کیا ہو گیا؟ میں ابھی چند منٹ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا؟ دولتمند سے مفلس ہو جانے، مال تلف ہونے، اور دم کے دم میں اُس کے قابو سے نکل جانے کے بعد جو کچھ اس کی حالت ہونی چاہیئے وہ ظاہر ہے۔ اب وہ کس بات میں کسر اُٹھا رکھے گا؟ جانِ عزیز اُس کے لئے بار خاطر، عقل تشیب فراز اُس کی آنکھوں سے اوجھل اور شریفانہ اخلاق اُس کے نزدیک ایک مہمل چیز ہوں گے۔ وہ۔ وہ کام کر گزرے گا جس سے شرافت لرزتی اور انسانیت کانپتی ہے۔ یہ خیال ہمارا فرضی خیال نہیں ہے۔ دور کیوں جاؤ اپنے ہی ملک کے حالات کو سامنے رکھو اور پھر دیکھو کہ اس شیطانی کام اور دشمنِ انسانیت عمل نے کیا کچھ قیامت نہیں ڈھائی؟ کوروں پانڈوں کا واقعہ پڑھو۔ پانڈوں نے اپنی جوئے کی بدولت راج پاٹ اور بیوی بچوں تک کو ہار دیا۔ اور کوروں نے اُن کی تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ پانڈوں اپنی کھوئی ہوئی چیزوں کے فراق میں تیرہ برس تک جنگل کی خاک چھانتے پھرے لیکن انتقام کا جذبہ رو کے نہ رُکا۔ بالآخر کوروں پر چڑھائی کر دی جس کے نتیجے میں ہزاروں بے قصور انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور خون کی ندیاں بہادیں۔ پانی پت کا وسیع میدان اب تک اس خونی داستان سے سُرخ ہے۔ اور ایک پانی پت ہی کیا، دنیا کے ہر حصۂ ملک میں اس خبیث عمل نے ایسے ہی گل کھلائے ہیں۔ اس کے بعد جیتنے والے کی حالت پر نظر کرو کہ اگر وہ اتفاق سے ہارنے والے فریق کے زبردست انتقام

کی زو سے بچ بھی رہا تو اگرچہ بظاہر اُس کا حال کچھ سے کچھ ہے۔ وہ کنگال تھا تو دولتمند ہے اور فقیر تھا تو بادشاہ ہے لیکن اس کا منصف دل جانتا ہے کہ یہ دولت، یہ حکومت محنت کی کمائی نہیں۔ اس کے لئے ایک قطرہ بھی پسینے کا نہیں ٹپکایا گیا۔ اس لئے یہ سب حرام، ناجائز اور ناروا ہے۔ اور اگر ڈھٹائی سے وہ نہ بھی جانے تو کیا ہوا۔ ساری دنیا اُس کو ذلیل نظر سے دیکھتی اور جواری کے شرمناک لقب سے پکارتی ہے۔ شرافت و انسانیت کی مجلسوں میں اُس کے لئے کوئی نشست خالی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجوہ تو ہیں کہ تنگ آ آ کر متمدن سلطنتوں نے اس کی ممانعت کے لئے قانون بنائے۔ لیکن اسلام نے تیرہ سو برس پہلے شراب کے ساتھ اس کو نجس اور عمل شیطانی کہہ کر حرام قرار دیا تھا۔

واہ رے اسلام! تیری حقانیت کہ تو نے جو حکم دیا وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوا اور مخالف سے مخالف کو منوا دیا۔ کاش تجھے دیکھنے کے لئے آنکھوں میں انصاف کی روشنی اور دل میں بے تعصبی کا نور پیدا ہو۔

عزیز بچو! جوئے کی پرانی صورتوں کے علاوہ آجکل بہت سی نئی شکلیں بھی پیدا ہو گئی ہیں جیسے گھوڑوں کی دوڑ پر شرط، لاٹری، چو ہڑیوں کا کھیل وغیرہ ان سب میں جان مال کا خطرہ اور تضیعِ وقت ہے۔ جس کی خطرناک مثالیں اور برے نتیجے تم نے دیکھ لئے۔ اب ہمیں امید ہے کہ تم ان شیطانی کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو گے اور ان خطرناک کھیلوں سے بچے رہو گے۔

اللہ توفیق دے۔

آمین
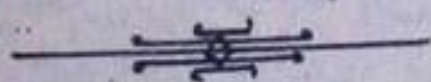
توکّل

کتنے تعجب کی بات ہے کہ اگر ایک طالب علم مڈل کے امتحان کی تعلیم و تیاری کے لئے کسی تحتانی مدرسے میں گھس جائے تو لوگ اس پر ہنس پڑیں، اور بی۔اے کی تیاری کے واسطے میٹرک کامیاب استاد کا انتخاب کرے تو مذاق اڑائیں، کوئی اہل معاملہ عدالت العالیہ میں مرافعہ کرنے کے لئے درجۂ سوم کے وکیل کو ڈھونڈنے لگے تو اسے پاگل بنائیں، کسی خطرناک بیماری کے لئے ناتجربہ کار اور نوسکھ طبیب پر بھروسہ کر لینا جہالت اور نادانی قرار دیا جائے، کوئی فقیر کسی فقیر کے گھر مانگنے چلا جائے تو اسے صلواتیں سنائی جائیں وغیرہ۔ لیکن اگر خدا جیسے علیم، خبیر، بصیر اور قدرت رکھنے والے کو چھوڑ کر مجبوروں اور ناچاروں کی دہلیز پر ماتھا رگڑا جائے تو کوئی کچھ نہ کہے۔ یاد رکھو! کہ اوپر کی مثالوں میں تو کوئی عذر اور وجہ نکل بھی سکتی ہے۔ لیکن ماسوائے اللہ کے معاملے میں تو کوئی گنجائش ہی نہیں۔ پس حقیقت میں سب سے زیادہ ملامت کے لائق اور سب سے بڑھ کر گمراہ وہی ہے جو خدا کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ کرے۔ ایسے شخص کا جتنا مذاق اڑایا جائے درست اور اسے جس قدر زچ کیا جائے جائز ہے۔

بچو! توکل کے معنے ہیں بھروسہ کرنا۔ اور بھروسے کا نتیجہ ہونا چاہئے مقصد میں کامیابی اور اطمینانِ قلب۔ اور یہ جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ اس ذات پر بھروسہ ہو جو ہر قسم کے اختیارات رکھتی ہو، ہر بات سے واقف ہو، ہر چیز کی ماہیت سے خبردار ہو۔ اور ایسی ذات اللہ کے سوا کسی اور کی ہو نہیں سکتی۔ پس اللہ کے سوا بھروسہ بھی کسی اور پر نہ ہونا چاہیئے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک نے اور حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی تعلیم اور تاکید فرمائی ہے۔ سنو! اللہ پاک اپنے برگزیدہ اور محبوب حضرت محمد صلعم سے

خطاب کرکے فرماتا ہے :-

(۱) اور آسمان اور زمین میں جو غیب کی اور ڈھکی چھپی باتیں ہیں اُن کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور ہر ایک کام کا (دار مدار) آخر کار اُسی پر جا کر ٹھہرتا ہے۔ تو اے پیغمبر! اُسی کی عبادت کرو اور اُسی پر توکل کرو۔ اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تمہارا پروردگار اُس سے غافل نہیں۔

(۲) دوسری جگہ عام حکم ہوتا ہے :- اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اُس کے لئے کفایت کرتا ہے۔ (کیونکہ) بلاشبہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہ اُس کو پورا کرکے رہتا ہے۔ اور اللہ نے تو ہر چیز کا اندازہ ٹھیرا رکھا ہے۔

(۳) اور بھروسہ کرو ایسی ذات پر جو زندہ ہے اُسے کبھی موت نہ آئے گی۔

(۴) مومن تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اُس کی آیتیں اُن پر تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اپنے پروردگار ہی پر توکل کرتے ہیں۔

(۵) اور مومنوں کو چاہیئے کہ بس اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔

(۶) وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اُسی کو اپنا وکیل اور کارساز بناؤ۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کی تعمیل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے صحابہ کرام نے کیسی کی۔ کہ اگرچہ سیکڑوں مشکلوں اور ہزاروں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ایک لمحہ کے لئے بھی آپ نے اور آپ کی پاک تعلیم کے اثر سے آپ کے صحابہؓ نے اللہ کے سوا اور کسی پر بھروسہ اور توکل نہیں کیا۔ ہر حال میں اسی کو پکارا اور اُسی سے مدد مانگی۔ اب توکل کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشادات سنو آپ فرماتے ہیں :-

(۱) میری اُمّت کے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور یہ

وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں نہ تو جنتر منتر کرائے تھے نہ شگون بدلے تھے بلکہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے تھے۔

(۲) لوگو! اگر تم خدا پر بھروسہ رکھتے جیسا کہ اُس پر بھروسہ رکھنے کا حق ہے تو وہ تم کو اُسی طرح روزی دیتا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر آتے ہیں۔

اب توکل کی حقیقت سمجھو کہ توکل کسے کہتے ہیں اور توکل کیسے کرنا چاہیئے؟ تو سنو! کہ توکل ہاتھ پیر توڑ بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔ دوسروں کے کندھوں پر بندوق چھوڑنا، مفت خوری کی عادت کر لینا، محنت مزدوری سے جی چُرانا توکل نہیں لعنت اور پھٹکار ہے۔ جس سے اسلام نے بڑی شد و مد کے ساتھ روکا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تمام پیرووں کا عمل بتلاتا ہے کہ جو سچا متوکل ہوتا ہے وہ دین اور دنیا کے کاموں میں بڑی محنت اور مشقت کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کا بھروسہ ایک ایسی ذات پر ہوتا ہے جو غیر محدود قوتوں کی مالک ہے۔ اس لیے وہ اپنی کوشش سے تھک کر بیٹھ نہیں جاتا۔ پس ایسا توکل جس میں محنت نہ ہو نفس پرستی اور دین و دُنیا دونوں کے حق میں زہر ہے اور ایسے متوکل قوم اور ملک کے لئے تباہی کا پورا سامان ہیں۔ اصل توکل یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں سے مذہب کے احکام کے موافق کام لیا جائے اور پھر اُس کی کامیابی کے لئے سچے دل اور پکے اعتقاد سے خدا پر بھروسہ کیا جائے۔

گفت پیغمبر بہ آواز بلند — بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

صبر

محبت بڑی قابل قدر چیز ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش سے کوئی چیز خالی نہیں۔ انسان تو انسان۔ حیوان بھی اس کے دلدادے نظر آتے ہیں۔ وحشی اور جنگلی جانور اس کے لئے اپنی آزادی کو کھو بیٹھتے ہیں۔ درندے اس کے آگے اپنی درندگی کی صفت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ لیکن محبت کے مفہوم کو سمجھنا آسان کام نہیں۔ محبت کرنے والے اور جس کے ساتھ محبت کی جائے دونوں کے لئے بڑی دانائی، بڑی عقلمندی، اور بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ورنہ پھر نادان کی دوستی جی کا جنجال والی مثل صادق آئے گی۔ اور وہ محبت عداوت اور وہ دوستی عذاب بن جائے گی۔

وہ ماں باپ قابل نفرین ہیں جو اپنی اولاد کو تعلیم، تہذیب اور شریفانہ اخلاق حاصل کرنے کے لئے تنبیہ نہ کریں۔ اور وہ اولاد لائق ملامت ہے جو ماں باپ کی اس تنبیہ کو شکرگزاری کے ساتھ برداشت نہ کرے۔

وہ اُستاد لعنت کا متوجب ہے جو شاگردوں کو اُن کے فرائض انجام نہ دینے پر سزا نہ دے، اور وہ شاگرد دھتکار کے سزاوار ہیں جو اُستاد کی سزا کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اور چیں بہ جبیں ہوں۔

وہ طبیب گردن زدنی ہے جو بیمار کو اس کی خواہش پر چھوڑ دے اور اُس کی بیماری کو بڑھنے دے اور اُس بیمار کو موت سے پہلے مر جانا چاہیئے جو طبیب کے اس طرز عمل کو اپنے حق میں ہمدردی سمجھے۔

بچو! تم سمجھے کہ محبت کیا ہے؟ محبت نام ہے اُس شخص کی اصلاح حال کے لئے موقع اور وقت پر مناسب تدبیریں اختیار کرنے کا جس کے ساتھ محبت ہو

چاہے وہ تدبیریں بظاہر کیسی ہی ظالمانہ، تکلیف دہ اور ناگوار کیوں نہ ہوں۔ اور اُن ناگوار کیفیتوں کے انگیز کرنے کی حالت کو صبر کہتے ہیں۔ اور صبر کے نتیجے میں جو چیز حاصل ہوتی ہے اُسے راحت، آرام، عزت اور خوشی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا صبر بڑی نعمت، بڑی دولت اور نہایت عزیز القدر چیز ہے۔ اس عزیز القدر چیز کو طفلانہ آہ وفغاں، جاہلانہ سینہ کوبی اور وحشیانہ حرکات سے ذلیل اور بے قدر کر دینا ایک سمجھدار اور عقلمند آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔

پس اللہ میاں جو تمام ڈھکی چھپی باتوں سے باخبر اور ہم پر ہمارے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں جو تکلیفیں یا مصیبتیں ہم پر بھیجتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کی محبت ہی کی تو دلیل ہیں۔ اور اُن میں ہمارے لئے دین اور دنیا کے انگنت فائدے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیکھو! اگر مصیبت محبت کی دلیل نہ ہوتی تو اللہ کے جتنے پیارے اور محبوب بندے گزرے ہیں اُن پر کبھی کوئی مصیبت نہ آتی۔ حالانکہ سب سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں اللہ کے خاص بندوں پر ہی آتی رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا پیارا اور کون ہوگا۔ لیکن وہ کونسی تکلیف اور وہ کونسی ایذا تھی جو آپ کو اور آپ کے نام لیواؤں کو نہیں پہنچی۔ ہاں فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے صدیوں کی زندگی میں بھی کبھی دردِ سر تک نہ دیکھا۔ کیوں ؟ اس لئے کہ یہ خدا کے دشمن اور لعنتی تھے۔ شیطان کو دیکھو کہ قیامت تک کے مزے لوٹے گا۔ اسی واسطے بعض بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ آرام وراحت کی حالت سے گھبراتے اور خوف کھاتے۔ اور تکلیف میں رہنے کو پسند کرتے تھے۔ کیونکہ راحت وآرام میں خدا کی ناراضی کا وہم شامل ہے۔ تو بس یاد رکھو کہ مصیبت درحقیقت خدا کی توجہ اور محبت کی علامت ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ مصیبت اور تکلیف کے رحمت اور اللہ میاں کی محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حرفِ شکایت

زبان پر نہ آنے پائے۔ ورنہ پھر وہ مصیبت رحمت نہ رہے گی۔ عذاب ہو جائے گی چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے "جو شخص میرے حکم سے راضی نہ ہو، میری مصیبت پر صبر اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اُسے چاہیئے کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا ڈھونڈ لے"۔ باقی مصیبت اور تکلیف سے فطری تقاضے کی بنا پر ناشکری کے الفاظ ادا کئے بغیر رنجیدہ ہونا جائز اور دل کی نرمی کی علامت ہے۔ جو اچھی چیز ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو آپ غمگین ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور اس حالت کو آپ نے رقتِ قلب اور رحمت سے تعبیر فرمایا۔

صبر کے مدارج میں عمدہ اور اعلیٰ درجے کا صبر یہ ہے کہ نفس کو احکام خدا کی خلاف ورزی سے روکے اور مذہب کی مقررہ عبادتوں پر آمادہ کرے۔ اور بالکل حدود شرع کے اندر رہ کر زندگی بسر کرے۔ یہی صورت آدمی کو حیوانوں سے ممتاز کرتی اور فرشتوں سے بڑھاتی ہے۔

صبر کی فضیلت اللہ پاک فرماتا ہے:- (۱) اے بندو! صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۲) صبر کرنے والوں پر اُن کے پروردگار کی رحمتیں اور مہربانیاں ہیں اور وہی ہدایت پر ہیں (۳) صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بیشمار دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ستر جگہ سے زیادہ صبر کا ذکر اور فضیلت آئی ہے۔ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں:- (۱) صبر نصف ایمان ہے اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے (۲) جس کو صبر کی صفت نصیب ہوگئی وہ بڑا سعادتمند ہے (۳) صبر کرنے والے کا درجہ شب بیدار اور صائم الدہر سے افضل ہے۔

پس اے ہونہار بچو! صبر کی صفت اپنے اندر پیدا کرو اور ہر مشکل و مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے منزل مقصود کو طے کرتے چلے جاؤ۔ پھر دیکھو کہ خدا کے وعدے کی بموجب دین اور دنیا کی نمایاں کامیابیاں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہوں گی اور رحمتِ حق تمہاری تسکینِ خاطر کے لئے پکار پکار کر کہتی ہوگی۔ ؎

رہ رَوِ تشنہ لب نہ گھبرانا اب لیا چشمۂ بقا تو نے

۵

شُکر

دُنیا میں ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی اچھی حالت میں ترقی ہو۔ اس کی تکمیل کے لئے مختلف طریقے اور طرح طرح کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس غرض کی تکمیل کی بہترین صورت ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے اور وہ صورت ہے **شکر**۔ شکر کے یہ معنیٰ ہیں کہ نعمت دینے والے کو سراہا جائے اور اُس کی دی ہوئی نعمت کی قدر کی جائے۔ ورنہ نعمت کی زیادتی اور بحالی تو درکنار۔ قوی اندیشہ ہے کہ وہ نعمت چھین لی جائے۔ دیکھو! چھوٹا بچہ ماں باپ کو کتنا عزیز اور کس قدر پیارا ہوتا ہے۔ وہ اُسے اپنی جان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر وہی اپنے ایسے چاہنے والے ماں باپ کی دی ہوئی چیز کو ٹھکرائے اور خاک میں ملائے تو یقین جانو کہ وہ اُس ناسمجھ اور چہیتے بچے کی اس حرکت کو اچھی نظر سے نہ دیکھیں گے اور آئندہ کے لئے اُن کی طبیعت میں ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ تم اپنے اُستاد کی تعلیم پر خوش نہ ہو، اُن کی عنایت اور توجہ کا اعتراف نہ کرو تو اس میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ اپنی دلچسپی کم کر دیں گے۔ علیٰ ہذا اس قسم کی سیکڑوں مثالیں دنیا میں موجود ہیں۔ اب سمجھو کہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں، ہم اور ہماری تمام قوتیں حقیقت میں اللہ میاں کی ملک ہیں۔ اور اُن میں سے ہر چیز اپنی جگہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس کا شکر اگر ہمارے بدن کا رونگٹا رونگٹا بھی ادا کرے تو ناممکن ہے کہ اس فرض کے ذرا سے حصے سے بھی سبکدوشی ہو سکے۔ لیکن پھر بھی یہ ہمارا ضروری فرض ہے کہ تا بمقدور اپنے منعم کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور اس طرح نعمت کی زیادتی کا استحقاق پیدا کریں۔ شکر کی ایک صورت تو یہ ہے کہ محض زبان سے تھوڑی دیر اللہ میاں کی تعریف کے گیت گالئے اور بس۔ عمل چاہے ہمارا کیسا ہی ہو۔

مگر حقیقت میں یہ شکر نہیں منعم کے ساتھ ایک طرح کا مذاق اور دل لگی ہے۔ دیکھو! تم اپنے کسی نوکر کو آرام و آسائش سے رکھو۔ کھلاؤ، پہناؤ، تنخواہ دو، انعام دو۔ لیکن وہ ان سب کے بدلے تمہاری خدمت اور اطاعت کو تو اُڑائے ہوا پر۔ اور کبھی کبھی صرف زبان سے تمہارا شکریہ ادا کر دیا کرے۔ تو تم ایسے نوکر سے خوش ہو گے؟ ہرگز نہیں۔ کان پکڑ باہر کر دو گے۔ اور اُس کی لمبی چوڑی تعریف کا مطلق خیال نہ کرو گے۔ پس اس قسم کی شکرگزاری محض بے سود ہے جو منعم کے احکام کی بغاوت اور خلاف ورزی کے ساتھ ہو۔ کیونکہ دراصل یہ اپنے منعم اور محسن کی ایک طرح کی توہین اور تحقیر ہے۔ اس لئے وہ کسی حیثیت سے قابل قبول اور لائق پسندیدگی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صورت شکر کی یہ ہے کہ ہر نعمت کو منعم کا انعام سمجھ کر اُسی طرح استعمال کیا جائے جس طرح منعم کی مرضی ہے۔ اور جس غرض کے لئے منعم نے وہ نعمت عطا کی ہے۔ یہ شکر بلاشبہ صحیح معنوں میں شکر ہے۔ اور ایسے ہی شکر پر اللہ تعالیٰ نے نعمت میں زیادتی کا وعدہ فرمایا ہے کہ "لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" یعنی اگر تم ہماری دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ہم اس نعمت میں ضرور زیادتی کریں گے۔ دیکھو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہوئے تو آپ اس شکریے میں اتنی عبادت کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کو تکلیف ہوتی تھی چنانچہ ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں پھر آپ اس قدر زحمت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ! "کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟" غرض حقیقت شکر یہی ہے کہ اُس نعمت کے مناسب حال خدا کے حکم کے موافق شکر ادا کیا جائے۔ مثلاً:-

حکومت کا شکریہ ہونا چاہیئے کہ بندگان خدا کو ظالموں کے ظلم سے بچایا جائے اور اُن کے ہر قسم کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔

علم کا شکریہ ہونا چاہیئے کہ جاہلوں اور گمراہوں کی رہبری کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

دولت کا شکریہ ہونا چاہیئے کہ غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری کی جائے اور ناروا جگہ صرف نہ کی جائے۔

تندرستی کا شکریہ ہونا چاہیئے کہ عاجزوں اور بیماروں کی مدد اور خبرگیری کی جائے اور خدا کی عبادت میں پوری کوشش عمل میں لائی جائے۔

تمام اعضا کی صحت وسلامتی کا شکریہ ہونا چاہیئے کہ ہر عضو کو اُس کے مناسب نیک کاموں میں لگائے رکھے اور ممنوع کاموں سے بچائے۔

اس کے بعد زبان سے بھی اللہ کے ذکر اور شکر میں مصروف رہے۔ اور خدا سے اُس کے ذکر اور شکر پر اُس کی مدد چاہتا رہے۔ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے:۔ "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور عبادت کے اچھی طرح ادا ہونے پر میری مدد فرما۔ یاد رکھو! کہ سب سے بڑی نعمت گناہ سے بچنا ہے۔ اللہ والوں نے بڑی سے بڑی تکلیف کو بھی اس نعمت کے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھا۔ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں لکھا ہے کہ:۔ ایک بزرگ کسی زخم کی تکلیف میں مبتلا تھے اور وہ کسی دوا سے اچھا نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ اس تکلیف میں شکر کا کیا موقع ہے؟ فرمایا "شکر اس بات کا کہ مصیبت میں گرفتار ہوں نہ گناہ میں"۔ شکر کی بڑی فضیلت ہے دوسرے عمل جیسے زہد، صبر وغیرہ دنیا تک رہنے والے ہیں۔ لیکن شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

"کھانے والا شکر گزار بندہ روزہ دار صابر کے برابر ہے"۔ تم نے

صبر کے بیان میں پڑھا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "جو شخص میرے حکموں کی تعمیل نہ کرے، میری مصیبتوں پر صبر اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اُسے چاہیئے کہ میرے سوا دوسرا خدا ڈھونڈ لے"

پس اے عزیزو! اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر دل و جان سے شکر ادا کرکے اُس سے نعمت کی زیادتی چاہو اور شکرگزار بندے بن کر دین و دنیا کی سعادت اور اللہ کے مزید انعام کا استحقاق پیدا کرو۔

؎

شکر سوئے شہر سعادت برد
ہر کہ کند شکر زیادت برد

خلفائے راشدین رضؓ

عزیز طلبہ ! ہمارے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرضِ رسالت کو کامل اور مکمل طور پر انجام دے کر دنیا سے پردہ فرمایا تو اپنی کامیاب تعلیم کے ساتھ اپنے بنائے ہوئے وہ بہترین انسان اور وہ عملی نمونے دنیا میں چھوڑ گئے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لئے شمعِ ہدایت بنے۔ اگر دنیا کے انسان صحیح معنوں میں انسان بننا چاہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے بنائے ہوئے انسانوں کے حالات پڑھیں اور اُن کی پیروی کریں۔
خدا کے اس برگزیدہ رسول نے دو چار نہیں، دس پانچ نہیں، سو پچاس نہیں۔ لاکھوں انسانوں کو انسان بنا دیا۔ لیکن ہم اس رسالے میں صرف اُن چار کے مختصر حالات لکھتے ہیں جو آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے اور دنیا پر آپ کی کامیاب تعلیم کا سکہ بٹھا دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

پہلے خلیفہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

عبد اللہ نام، صدیق و عتیق لقب، ابوبکر کنیت ہے۔ باپ کا نام عثمان، کنیت ابو قحافہ تھی قریش کے معزز خاندان سے تھے، چھٹی پشت میں آپ کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تجارت ذریعۂ معاش تھا، مکّے کے رؤسا میں شمار تھا۔ نہایت عقلمند اور معاملہ فہم تھے، قوم میں معزز اور معتمد مانے جاتے تھے۔

طبیعت میں سادگی اور ہمدردی تھی، لغویات سے بچتے تھے، شراب کبھی نہیں پی۔
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوئے تو پہلی ہی ملاقات میں بلا تائل مسلمان ہو گئے۔ جوان مردوں میں سب سے پہلے مسلمان آپ ہی ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنی کوشش سے بڑے بڑے با اثر لوگوں کو مسلمان کیا۔ جان اور مال، آل اور اولاد، شان اور شوکت، عزت اور آبرو سب کچھ اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی پر نثار کر دیا۔ مرتے دم تک اسلام کی وہ وہ خدمات انجام دیں جو قیامت تک یادگار رہیں گی۔ مسلمان ہونے کے بعد خود ان پر جو مصیبتیں ٹوٹیں وہ تو الگ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو ظلم ہوتے تھے اُن میں ہمیشہ آڑے آتے اور آپ کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال دیتے تھے ایک دفعہ کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت مارا کسی نے سیدنا ابوبکرؓ سے جا کہا۔ آپ بے تحاشا بھاگتے ہوئے آئے، کفار کے مجمع میں گھس گئے۔ آپ کو بچاتے اور کہتے جاتے تھے "کیا تم ایسے شخص کو قتل کئے ڈالتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے"! اس پر کافروں نے آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر سیدنا ابوبکرؓ کو اتنا مارا کہ لہو لہان ہو کر بیہوش ہو گئے۔ گھر والوں کو خبر ہوئی تو اُٹھا کر لے گئے۔ لیکن جب ہوش آتا تو پوچھتے رسول اللہ کیسے ہیں؟
ہجرت کا موقع نہایت نازک تھا۔ کفار اللہ کے رسولؐ کو قتل کرنے پر تل چکے تھے، آپ کی گرفتاری کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے گئے تھے، سیدنا ابوبکرؓ اور آپ کے تمام گھر والوں نے اس خطرے کی حالت میں نہایت راز داری اور خلوص سے آپ کا ساتھ دیا۔ سیدنا عبدالرحمٰن جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے کھانا پہنچاتے، اور کفار کے مشوروں سے آگاہ کرتے۔ اس سے بڑھ کر وفاداری اور کیا ہو گی؟
سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم کے رنج تنہائی کو اس طرح دور کیا کہ آپ کی مرضی پاتے ہی اپنی کمسن صاحبزادی سیدہ عائشہؓ سے آپ کا عقد کر دیا۔

مسلمان ہوتے وقت چالیس ہزار نقد پاس تھے وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیئے کئی مظلوم اور ستم رسیدہ لونڈی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ ہجرت کے وقت پانچ ہزار باقی تھے وہ سب ساتھ لے لئے اور بال بچوں کو اللہ کے سہارے پر چھوڑ دیا۔ مدینے پہنچ کر وہ بھی خرچ کر دئے۔ اور پھر تجارت سے روپیہ کما کر اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ جس زمین پر مسجد نبوی اور روضۂ مبارک ہے وہ دس اشرفیوں میں آپ ہی نے خرید کر وقف کی تھی۔ تبوک کی لڑائی کے وقت جو کچھ گھر میں تھا ذرا ذرا کر کے لے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟" عرض کیا "اللہ اور اللہ کا رسول"۔ غزوۂ بدر کے دن تنہا آنحضرت صلعم کے خیمۂ مبارک کی پاسبانی کی۔ جس پر سیدنا علی رضؓ شیرِ خدا نے اشجع الناس (تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر) کا لقب دیا تھا۔ سیدنا عبد الرحمٰن رضؓ آپ کے صاحبزادے جب تک مسلمان نہ ہوئے اُن سے سخت نفرت رہی۔ غزوۂ بدر میں اُنہیں کافروں کے ساتھ دیکھا تو فرمایا "او خبیث میرے حقوق کیا ہوئے"؟ یعنی تمہیں میرے ساتھ ہونا چاہیئے تھا نہ کافروں کے ساتھ۔ غزوۂ اُحد میں خود اُن کے مقابلے کے لئے چلے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا۔ سیدنا عبد الرحمٰن رضؓ نے ایک دفعہ مسلمان ہونے کے بعد آپ سے عرض کیا "اباجان! ایک موقع پر آپ میری زد میں آگئے تھے مگر میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا"۔ فرمایا "اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں نہ چھوڑتا"۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے اور خلوت و جلوت میں مشیرِ خاص اور رفیق رہے۔ توحید پر استقامت و اطمینان کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت تمام صحابہ از خود رفتہ تھے اور وفات کا انکار کر رہے تھے۔ سیدنا عمر رضؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کہہ رہے تھے کہ "جو کہے گا کہ رسول اللہ نے وفات پائی میں اس کا سر قلم کر دونگا"۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا ابو بکر رضؓ نے بڑی دلیری سے

خطبہ دیا اور کہا۔ "لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوجتا تھا۔ وہ سن لے کہ آپ نے وفات پائی۔ اور جو اللہ کو پوجتا تھا۔ تو وہ سمجھ لے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔" پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ۔ اس پر سیدنا عمرؓ اور تمام صحابہ سنبھل گئے اور غلط فہمی رفع ہو گئی۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تمام مہاجر و انصار صحابہ کے اتفاق سے آپ خلیفہ ہوئے۔ خود آنحضرت صلعم نے بھی مرض وفات میں آپ ہی کو باصرار امامت کا حکم دیا جس میں یہ کھلا اشارہ تھا کہ اللہ کے رسول کے بعد ابو بکرؓ ہی مسلمانوں کی سرداری کا حق رکھتے ہیں۔

یہ موقع مسلمانوں کے لئے بڑا نازک اور نہایت پریشانی کا تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات ہی مسلمانوں کی بدحواسی کے لئے کچھ کم نہ تھی کہ مخالفوں نے الگ ایک تلاطم برپا کر دیا تھا۔ چوبیس قبیلے مرتد ہو کر مقابلے پر تُلے ہوئے تھے، منکرینِ زکوٰۃ آمادہ فساد تھے، جھوٹے مدعیانِ نبوت اسلام کے مٹانے کی تدبیریں کر رہے تھے، قیصر و کسریٰ برسرِ پیکار تھے، جیش اُسامہ کی مہم پیش تھی۔ تمام صحابۂ کرام ان حالات کی بنا پر گھبرائے ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی ہمت و تدبیر، خدا کے احکام کی عظمت، اور اتباعِ سُنّتِ نبوی کی برکت سے ہر موقع پر اسلام کا بول بالا رہا اور مخالفوں نے نیچا جھانکا۔ اخلاق و عادات اسلامی تعلیم کا سچا نمونہ تھے خوفِ خدا اس قدر غالب تھا کہ قرآن پڑھتے وقت زار زار روتے، نماز میں سوکھی لکڑی کی طرح کھڑے ہو جاتے۔ سادگی یہ کہ مجمع میں بیٹھتے تو کوئی پہچان نہ سکتا کہ خلیفہ کون سے ہیں۔ غذا نہایت معمولی کھاتے، لباس موٹا جھوٹا پہنتے صرف دو کپڑے استعمال میں رہتے، رہنے کا مکان جو مدینے سے کچھ دور سُنح مقام پر تھا وہ کمبل کا ایک حجرہ تھا۔ بے تکلف کندھے پر چادریں ڈال مدینے کی گلی کوچوں میں بیچتے پھرتے، اپنی اور محلے والوں کی بکریاں چراتے اور دودھ دوہ دیا کرتے۔ بچوں سے ایسی محبت کا برتاؤ کرتے کہ جب محلے میں جاتے تو بچے بابا! بابا! کہہ کر لپٹ جاتے۔ معذوروں کی

خدمت کرتے۔ مدینے کے کنارے ایک بڑھیا رہتی تھی روزانہ صبح سویرے جاکر اُس کا کام کاج کرتے تھے۔ بڑے مہمان نواز اور خدا ترس تھے، مساوات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بیت المال کی آمدنی بلا امتیاز سب کو برابر تقسیم ہوتی تھی۔ خلافت کا کام بڑھا تو تجارت کی فرصت نہ ملی۔ مجبوراً صحابۂ کرام کے مشورے سے بیت المال سے وظیفہ ہوگیا جس کی مقدار اور احتیاط کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ آپ کی ایک بیوی نے مٹھائی کی فرمائش کی۔ فرمایا "میرے پاس گنجائش نہیں۔ انہوں نے اجازت لے کر گھر کے روزانہ خرچ میں سے کئی روز میں بمشکل چند پیسے جمع کئے اور آپ کو دئے کہ مٹھائی لادیجئے۔ آپ نے پیسے لے کر فرمایا "معلوم ہوا یہ خرچ ضرورت سے زائد ہیں اس لئے بیت المال کا حق ہیں" وہ پیسے بیت المال میں داخل کر دئے اور اتنا ہی اپنا وظیفہ کم کر دیا۔ للہیت اور خلوص دیکھو کہ وفات کے وقت اپنی ایک زمین فروخت کر کے وظیفے کی کل رقم بیت المال میں داخل کرا دی۔ وفات کے وقت نقد ایک حبہ نہ تھا۔ جسم مبارک پر صرف دو چادریں تھیں اُن ہی میں دفن کر دینے کی وصیت کی اور سنت کی تکمیل کے لئے ایک چادر اور خرید لینے کا حکم دیا۔ بیت المال کی جو دو تین معمولی چیزیں آپ کے پاس تھیں وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ یہ خلیفہ کے پاس بھیجدی جائیں۔ جب اس وصیت کی تعمیل ہوئی تو سیدنا عمرؓ رو پڑے اور کہا۔ ابو بکر! تم اپنے بعد والوں کے لئے کام بہت مشکل کر گئے"۔ خدا پر توکل کا نمونہ یہ تھا کہ مرض وفات میں کسی نے طبیب کو دکھانے کا مشورہ دیا۔ فرمایا طبیب نے دیکھ لیا۔ پوچھا گیا کیا کہا؟ فرمایا یہ کہا کہ "اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ" میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت دل میں اس قدر تھی کہ عین وفات کے وقت جب سینے میں دم تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے حسرت سے عربی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "وہ نورانی چہرے والا جس کے

چہرے کی تازگی سے باد ل سیراب ہو، یتیموں پر شفیق اور بیواؤں کی پناہ"۔ تو آنکھیں کھول دیں اور فرمایا یہ شان رسول اللہ کی تھی نہ ابو بکر کی۔ دینی خدمت میں انہماک اور استقلال کا یہ حال تھا کہ عین وفات کے قریب حضرت مثنیٰؓ عراق سے فوجی مدد کے لئے آئے تو اُن سے پورے واقعات سنے اور سیدنا عمرؓ کو بلا کر کہا کہ شاید آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو مثنیٰؓ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی وجہ سے دین کی خدمت اور خدا کے حکم کی تعمیل سے نہ رُکنا چاہیئے"۔ دیکھو! اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے دن استقلال سے کام نہ لیتا تو ہم لوگ تباہ ہو جاتے"۔ پندرہ روز بخار سے علیل رہ کر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ پیر کے دن راہیٔ ملکِ بقا ہوئے اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں مدفون ہوئے اور اس طرح مرنے کے بعد بھی حقِ رفاقت ادا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سیدنا علیؓ نے وفات کی خبر سنی تو فوراً تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر صحابۂ کرام کے مجمع میں ایک طویل اور نہایت دردناک خطبہ دیا اور سیدنا ابو بکرؓ کے فضائل وخدمات اور حقوقِ اسلام نہایت خوبی سے درد بھرے الفاظ میں بیان فرمائے جس کے آخری فقروں میں فرمایا کہ "واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد تمہاری وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہ آئے گی"۔ صحابۂ کرام سنتے، روتے اور تصدیق کرتے تھے۔ آپ کی مدتِ خلافت کُل سوا دو برس ہے اس مدت میں جو کارہائے نمایاں آپ نے انجام دئے وہ آپ ہی کا حصہ تھے جس کے بڑے بڑے ذی رائے صحابہ معترف تھے۔ اس قلیل مدت میں اُٹھنے والے فتنوں کو دبانے کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہنے پر مجبور ہو گئے۔

یوں تو آپ کی خلافت کا ہر کارنامہ نہایت اہم تھا لیکن اُن سب میں زیادہ نمایاں اور جو آج بھی مسلمانوں کے سینوں، اور آنکھوں کو پُر نور اور طاقچوں و الماریوں کو مزین و

تبرک بنائے ہوئے ہے وہ قرآن مجید ہے جس کی حفاظت کا ذمہ مالک عرش و کرسی نے لیا تھا اور اس کا ظاہری وسیلہ سیدنا ابوبکرؓ کو بنایا۔ آنحضرت صلعم کے مبارک زمانے میں قرآنِ مجید مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ ایک جگہ کتاب کی صورت میں نہ تھا۔ جنگ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہوئے تو سیدنا عمرؓ نے باصرار حفاظت قرآنِ مجید کی طرف توجہ دلائی پہلے تو آپنے یہ عذر کیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا میں کیسے کروں؟ لیکن پھر اس کی ضرورت سمجھ میں آگئی اور نہایت احتیاط کے ساتھ اس کو کتاب کی صورت میں ایک جگہ کرا دیا۔ فَجَزَاہُ اللہُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ کا خلافت کے لئے انتخاب کرنا بھی آپ کی نظر حق شناس کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

قرآن اور حدیث میں آپ کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں:۔ قرآن میں آپ کو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیزگار) کہا گیا ہے اور دوسری جگہ اللہ پاک نے اتقیٰ کو اکرم فرمایا ہے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں:۔ (۱) ہم پر جس کا احسان تھا ہم نے اس کا بدلہ کر دیا۔ صرف ابوبکر کا احسان باقی ہے اس کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔

(۲) نبی کے سوا آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

(۳) ابوبکر جنتی ہیں۔ (۴) کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا (۵) اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر کو میرے درجے میں جگہ دینا۔

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:۔ "میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے"۔ یعنی جو شخص مجھ سے تو محبت رکھے اور ابوبکر و عمر سے بغض رکھے وہ مومن نہیں ہے۔ ان ہی فضائل و مکارم کا نتیجہ ہے کہ تیرہ سو برس سے اسلامی ممالک کی مساجد میں ہر جمعے کو خطیب منبر پر "اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْقِ" کے الفاظ سے آپ کی افضلیت کا اعلان کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

دوسرے خلیفہ سیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عُمر نام، فاروق لقب، ابو حفص کنیت ہے۔ باپ کا نام خطّاب تھا۔ خاندان قریش سے تھے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تجارت ذریعۂ معاش تھا۔ نسب دانی، سپہ گری، سقرری اور گھوڑے کی سواری میں ماہر تھے، لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے، دیانتدار، مستعد اور معاملہ فہم تھے۔ قوم میں معتمد مانے جاتے تھے۔ ضرورت کے وقت سفارت کا اہم کام آپ ہی سے لیا جاتا تھا۔ طبیعت کے دلیر تھے۔ آنحضرت صلعم نے آپ کے اسلام کے لئے اس طرح دعا فرمائی تھی کہ "اے اللہ! اسلام کو ابن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب سے عزت دے"! چنانچہ یہ دعا سیدنا عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے آپ کس شخصیت کے آدمی تھے؟ آپ کے اسلام کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں جن میں سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے، کہ "پہلے پہلے آپ اسلام کے سخت دشمن تھے جن مسلمانوں پر قابو پاتے بُری طرح ستاتے۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا کہ چڑھ کر اُتر جاتا جب آپ کی سختی سے ایک مسلمان بھی اسلام سے نہ پھرا تو تلوار سنبھالی کہ (نعوذ باللہ) بانیٔ اسلام علیہ السلام کا ہی خاتمہ کر دیں۔ راستے میں بہن بہنوئی کا مسلمان ہونا معلوم ہوا تو پہلے بہن کے گھر پہنچے۔ یہ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئے اور قرآن کے اجزا چھپا دئے۔ یہ آواز سن چکے تھے پوچھا یہ آواز کیسی تھی؟ بہن بہنوئی نے چھپانا چاہا۔ بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو یہ کہہ کر بہنوئی سے لپٹ گئے اور خوب مارا بہن نے بچایا تو انہیں بھی اتنا مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہ جوش میں بھر کر بولیں عمر! جو تیرا جی چاہے کر ہم تو مسلمان ہو چکے"۔ بہن کے ان الفاظ نے اثر کیا جوش اور زخموں کو دیکھ کر رقت ہوئی۔ کہا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ! قرآن دیکھا تو اس کے ایک ایک نقطے

اثر کیا۔ بے اختیار پکار اُٹھے :۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ
اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ آپ اُس وقت
سیدنا ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزیں تھے۔ دریافت فرمایا عمر کس لئے آئے ہو؟
ادب و عاجزی کے لہجے میں عرض کیا اسلام لانے۔ اس پر آنحضرت صلعم اور صحابہ نے جوشِ
مسرت میں اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکے کی پہاڑیاں گونج اُٹھیں اب تک
مسلمان خدائے واحد کی عبادت چھپ کر کرتے تھے۔ سیدنا عمر کے مسلمان ہونے کے بعد کھلم کھلا
خانۂ کعبہ میں نماز ہونے لگی۔ اِسی بنا پر بارگاہِ نبوت سے فاروق لقب عطا ہوا حضرت
جبرئیلؑ نے آپ کے اسلام پر آسمان والوں کی طرف سے آنحضرت صلعم کو مبارکباد دی۔
اسلام سے مشرف ہونے کے بعد اسلام کی وہ پُرخلوص اور اہم خدمات انجام دیں جو یادگار
زمانہ رہیں گی۔ اللہ اور اللہ کے سچے رسول کی مرضی پر جان، مال، عزت و آبرو،
قرابت اور یگانگت کسی چیز کی قربانی میں دریغ نہیں کیا جو سختیاں اسلام کی وجہ سے
پیش آئیں اُن کو بڑی پامردی سے برداشت کیا۔ تمام لڑائیوں میں آنحضرت صلعم
کے ساتھ رہے اور ہمیشہ آپ کی حفاظت اور اسلام کی خدمات میں مستعد اور سرگرم رہے۔
ضرورت اور موقع پر مالی امداد میں کبھی دریغ نہیں کیا۔ تبوک کی لڑائی کے وقت
آدھا مال و اسباب لاکر پیش کر دیا آپ کی مرضی پر اپنی صاحبزادی سیدہ حفصہؓ کا عقد
آپ سے کر دیا۔ اسلام کے مقابلے میں قرابت و محبت کے تعلقات سے کبھی متاثر
نہیں ہوئے۔ غزوۂ بدر میں عاصی بن ہشام جو رشتے میں آپ کا ماموں ہوتا تھا آپ ہی
کے فاروقی خنجر کا شکار ہوا۔ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ دیا کہ سب کو
قتل کر دیا جائے اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے عزیز کی گردن مارے۔ چنانچہ
یہ واقعہ قرآن مجید میں آپ ہی کی رائے کے موافق نازل ہوا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم
ازواجِ مطہرات سے کچھ ناخوش ہو کر ایک علٰحدہ مقام پر تشریف فرما تھے اور کسی کو

حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی سیدنا عمرؓ نے بار بار حاضری کی اجازت چاہی اور جب اجازت نہ ملی تو پکار کر عرض کیا "خدا کی قسم میں حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں۔ اگر حضور! حکم دیں تو ابھی اُس کی گردن اُڑا دوں"۔ رائے نہایت صائب ہوتی تھی اس لئے بارگاہ نبوت میں خاص تقرب حاصل تھا۔ اسلام میں اذان آپ ہی کے خواب کی تعبیر ہے جس سے قیامت تک دن رات میں پانچ دفعہ توحید و رسالت کے اعلان سے زمین و آسمان گونجتا اور بارگاہِ رسالت سے ملے ہوئے لقب فاروقیت کی جلوہ نمائی کرتا رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد سب سے اہم اور ضروری چیز آپ کے جانشین کا انتخاب اور تقرر تھا کیونکہ دشمنان اسلام تاک میں تھے۔ پھر خود مہاجرین اور انصار میں خلافت کے لئے جھگڑا چھڑ گیا تھا اور قریب تھا کہ بات بڑھ جائے۔ اس کی اطلاع سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کو ہوئی تو دونوں حضرات بر سر موقع پہنچے۔ وہاں کا رنگ دیکھ کر سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ایک بہترین خلیفہ کا انتخاب کر کے اُٹھنے والے خطرناک فتنے کو دبا دیا۔ قرآنِ مجید کی جو اہمیت ہے وہ دنیا کی نظر میں ہے۔ آپ ہی نے سیدنا ابو بکرؓ کو اس کو ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ آپ سیدنا ابو بکرؓ کی وفات کے بعد مسند نشین خلافت ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں آپ کے بارے میں پوری طرح یہ اندازہ کر لیا تھا کہ خلافت کا بھاری بوجھ ان سے بہتر دوسرا نہیں اُٹھا سکتا اس لئے جب سیدنا ابو بکرؓ کی علالت بڑھی اور زندگی سے مایوسی ہونے لگی تو انہوں نے اکابرِ صحابہ جیسے سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبد الرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ کے مشورے سے آپ کی خلافت کے لئے عہد نامہ لکھوا دیا اور خود اُس کا اعلان کر کے عام لوگوں سے رضامندی حاصل کر لی۔ آپ کا عہدِ خلافت تاریخِ اسلام میں بڑی ترقی اور عروج کا زمانہ مانا گیا ہے۔ موافقین کا تو ذکر ہی کیا ہے مخالف سے مخالف بھی

آپ کے عہدِ خلافت کو نہ صرف اسلام بلکہ دنیا بھر کے لئے خدا کی رحمت تصور کرتے ہیں۔ آپ نے صحیح معنوں میں خدا اور خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ اصولوں کی اشاعت کر کے خدا کی خلافت کو خدا کی زمین پر قائم کیا اور اخلاق و تعلیم محمدی کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے راستے کھول دیئے۔ ظلم و استبداد کو صفحۂ دنیا سے مٹایا اور عدل و انصاف، آزادئ عام اور مساوات کے عملی نمونوں سے دنیا کو معمور کر دیا۔ یہی سبب تو تھا کہ فتوحاتِ ملکی اور اشاعتِ اسلام نے تھوڑے ہی عرصے میں عرب و عجم کو گھیر لیا تھا۔ سینکڑوں شہر فتح ہوئے روم و ایران کے دفتر اُلٹ گئے۔ غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگ اسلامی سلطنت کو رحمت جانتے اور اُس کے قیام کی کوششیں عمل میں لاتے تھے۔ مفتوحہ اور مقبوضہ ممالک کا رقبہ مشرق، جنوب اور شمال میں ہزاروں میل تک پھیل گیا تھا جس میں شام، مصر، عراقِ عرب، جزیرہ، خوزستان، عراقِ عجم، آرمینیہ آذر بائیجان، فارس، کرمان، خراسان، مکران وغیرہ شامل تھے۔ لشکر کشی کے وقت ہر افسرِ فوج کو تاکیدی حکم تھا کہ پہلے اسلام کی خوبیاں بیان کر کے دعوتِ اسلام دی جائے اور مجبوراً لڑائی ہی کا موقع آ پڑے تو بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سے قطعاً تعرض نہ کیا جائے صرف لڑنے والوں سے لڑا جائے۔ پھر انسان تو انسان درختوں تک کے کاٹنے کی ممانعت تھی۔ باغیوں کے ساتھ بار بار درگزر سے کام لیا جاتا تھا۔ خلافت کا کام مجلسِ شوریٰ سے طے پاتا تھا۔ اس مجلس میں مہاجرین اور انصار کے ذی رائے صحابہ شریک ہوتے تھے اس کے مشہور رکن سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ تھے۔ مجلسِ عام بھی تھی جس میں عام لوگوں کو شریک ہونے اور آزادی کے ساتھ رائے دینے کا موقع دیا جاتا تھا۔ اور معمولی درجے کے آدمی حکام تو حکام خلیفۂ وقت پر اعتراض کرتے تھے اور اُن کے اعتراضوں کو توجہ کے ساتھ سُنا جاتا تھا اور اصلاح کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپ پر کسی نے متعلق

تقریر فرمارہے تھے ایک عورت نے ٹوک دیا اور کہا۔ اے عمر! خدا سے ڈر۔ آپ نے اُس کی بات کو مان لیا اور اعتراف کے طور پر فرمایا کہ "ایک عورت بھی عمر سے زیادہ جانتی ہے۔" مختلف صوبوں میں جو حاکم بھیجے جاتے تھے اُن سے عہد لیا جاتا تھا کہ "ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔" پھر ان ہدایات واحکام کی نگرانی کے خاص اہتمام اور مختلف طریقے اختیار کیے جاتے اور دور دور کے حالات سے آپ واقف رہتے تھے۔ موسم حج میں تمام حکام کو جمع ہونے کا حکم تھا اور عام اعلان کیا جاتا تھا کہ جس کو کسی حاکم کی شکایت ہو بارگاہِ خلافت میں پیش کرے۔ ہدایت کی خلاف ورزی اور شکایت ثابت ہونے پر سخت تدارک کیا جاتا تھا۔ شاہ وگدا، شریف اور رذیل، اپنے اور بیگانے سب کے ساتھ یکساں برتاؤ ہوتا تھا۔ ایک حاکم کے متعلق ایک شخص نے شکایت کی کہ اُس نے بے قصور میرے سَو کوڑے مارے ہیں آپ نے بلا تامل مستغیث کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اُس حاکم کے سو کوڑے مارے۔ حضرت عمرؓ و بن عاص نے جو مصر کے معزز حاکم تھے عرض کیا کہ حکام پر یہ امر گراں گزرے گا۔ فرمایا ہاں۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں" سیدنا سعدؓ بن وقاص نے کوفے میں ایک محل تیار کرایا۔ جس میں ڈیوڑھی تھی۔ آپ کو معلوم ہوا تو اس خیال سے کہ اہلِ حاجت کو تکلیف ہوگی اُس محل کو جلوا دیا۔ ایک حاکم کے متعلق شکایت ہوئی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان مقرر ہے۔ آپ نے اُن کو بلوایا اور بالوں کا کرتا پہنایا اور جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا بالآخر توبہ کے بعد معاف کیا۔ جبلہ جو شام کے بادشاہوں میں سے تھا اور مسلمان ہوگیا تھا طوافِ کعبہ کے وقت اُس کی چادر کا کونا ایک معمولی شخص کے پاؤں کے نیچے دب گیا۔ جبلہ نے اس کے تپانچہ مارا اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے

آپ سے شکایت کی فرمایا جیسا کیا ویسا پایا۔ جبلہ نے اپنے مرتبے کی طرف توجہ دلائی فرمایا کہ ہاں اسلام سے پہلے ایسا ہی تھا مگر اسلام نے ادنیٰ اعلیٰ سب کو برابر کر دیا۔ اس پر جبلہ مرتد ہو کر بھاگ گیا لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ تمام بد اخلاقیوں کی نہایت سختی سے روک تھام کی۔ عیش پرستی کی زندگی کے سخت خلاف تھے، پارسیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے لباس اور طرزِ معاشرت کے اختیار کرنے پر ناخوش ہوتے تھے، ملکی نظم ونسق اور طریقِ حکمرانی میں جو اصلاحیں اور ایجادیں کیں وہ آج بھی دنیا کے بادشاہوں کا دستور العمل بنی ہوئی ہیں۔

زمین کی پیمائش کرائی، اور قابل زراعت زمینوں کی کاشت کا انتظام کیا۔ عشر، لگان، چونگی اور ٹیکس قائم کئے۔ مردم شماری کرائی، باضابطہ عدالتیں قائم کیں، محکمۂ افتا قائم کیا، محکمۂ پولیس اور محکمۂ احتساب قائم کیا، جیل خانے بنائے، خزانے میں رقم محفوظ کرائی، وظیفے اور تنخواہیں مقرر کیں، ضروری تعمیریں کرائیں، ترقی زراعت کے لئے نہریں کھدوائیں کئی شہر بسائے، ہر بچہ پیدا ہوتے ہی اسلامی فوج کا سپاہی تصور کر لیا جاتا تھا اور اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔ وغیرہ ۔ اشاعت اسلام کے لئے قرآن مجید کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا معلمین اور حفاظ کی تنخواہیں مقرر کیں اور دور دور ملکوں میں بھیجا۔ حدیث کی اشاعت کا احتیاط کے ساتھ انتظام کیا۔ مسائل فقہ کی تعلیم رائج کی۔ مسجدیں کثرت سے تعمیر کرائیں۔ اور ان میں امام اور مؤذن مقرر کئے۔ غربا اور مساکین کے وظیفے مقرر کئے لنگر خانے قائم کئے۔ ۱۸ھ میں قحط پڑا تو بیت المال کا تمام نقد اور جنس خرچ کر دیا اور مختلف صوبوں سے غلہ منگوا کر قحط زدوں میں تقسیم کیا۔ لاوارث بچوں کے دودھ پلانے اور ان کی پرورش کا انتظام کیا۔ فرض خلافت کا احساس، عام ہمدردی، دیانت اور خلوص وللّٰہیت کا تمام حکام وعمال کی سخت نگرانی کے ساتھ یہ حال تھا کہ روزانہ رات کو پہرہ دیتے اور عام حالات معلوم فرماتے اور مستحقین کی مدد کرتے، اسلامی فوج کے لوگوں کے بال بچوں کی خیر گیری فرماتے ان کا سودا سلف لا کر دیتے، خطوط آتے تو خود پہنچا دیتے،

معذور اور بیوہ عورتوں کی خدمت کرتے مشک میں پانی بھر کر اور کندھے پر رکھ کر گھر گھر ڈالتے پھرتے۔ ایک عرصے تک بیت المال سے اپنے مصارف کے لئے کچھ نہیں لیا لیکن جب معاش حاصل کرنے کی فرصت نہ ملی تو صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے وسیع خاندان کے لئے دو درم (تقریباً سات آنے) روزانہ لیتے تھے۔ عرب اور عجم کی شہنشاہیت کے باوجود بسر اوقات کا یہ حال تھا کہ بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتا ہوتا تھا جس میں چمڑے کے پیوند بھی ہوتے تھے سر پر پھٹا ہوا عمامہ، پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں، غذا اتنی معمولی کھاتے تھے کہ دوسرے نہ کھا سکتے تھے۔ قیصر اور کسریٰ کے سفیر، عرب کے معزز وفود آتے تو اللہ کے محبوب رسولؐ کے جانشین کو جس کی دھاک نے عرب و عجم کو ہلا دیا تھا اس حال میں پاتے کہ پیوند لگا کرتا اور تہبند ہے۔ کمر پر مشک ہے کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی ڈالنے جا رہے ہیں، یا کام سے تھک کر مسجد نبوی کے کسی کونے میں خاک پر پڑے ہیں۔ مسلمانوں کو شرم آتی مگر کون زبان کھول سکتا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات کا بیحد خیال کرتے تھے ازواجِ مطہرات کی تنخواہیں سب سے زیادہ مقرر کی تھیں، حضرت اُسامہؓ بن زید کی تنخواہ اپنے صاحبزادے سے زیادہ مقرر کی تو انہوں نے عرض کیا کہ اُسامہ مجھ سے کسی بات میں زیادہ نہیں۔ فرمایا ہاں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ کو تجھ سے زیادہ چاہتے تھے، فتح مدائن سے مال آیا تو سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو اپنے صاحبزادے سے دو چند دیا انہوں نے عذر کیا تو فرمایا کہ اُن کے بزرگوں کا جو مرتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں۔ شرک کے واہمے سے بھی بچتے تھے۔ جس درخت کے نیچے آنحضرت صلعم نے بیعت رضوان لی تھی جب لوگ اُس کی تعظیم کرنے لگے تو کٹوا ڈالا۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا، "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلعم نے تجھے بوسہ دیا ہے اس لئے میں بھی بوسہ دیتا ہوں۔ خدا کے خوف کا یہ عالم تھا کہ رات رات بھر نماز پڑھتے، روتے روتے ہچکی بندھ جاتی قیامت کے خوف سے فرماتے۔ "کاش میں

تنکا ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔" ایک پارسی غلام فیروز نامی نے صبح کی نماز پڑھاتے میں مسلسل چھ وار کرکے سخت زخمی کیا۔ نماز کے بعد لوگ گھر پر اٹھالائے۔ قاتل کا نام سن کر فرمایا خدا کا شکر ہے مجھے کسی ایسے شخص نے قتل نہیں کیا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اپنے محبوب آقا کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت سیدہ عائشہؓ سے طلب کی جب اجازت مل گئی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔ خلافت کا معاملہ ذی رائے صحابہ کے مشورے پر چھوڑا مفید نصیحتیں فرمائیں۔ اور ساڑھے دس برس خلافت کرکے اور اسلام کو اعلیٰ شان و شوکت پر پہنچا کر اللہ کی یاد کرتے ہوئے شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کے فضائل بھی بہت ہیں:۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں عمرؓ کی چند رائیں موجود ہیں۔ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے؟۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:۔

(۱) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے (۲) اے عمرؓ! جس راستے سے تم جاؤ گے اُس راستے سے شیطان کبھی نہ چلنے پائے گا۔ (۳) عمر کی زبان اور قلب پر حق ہوتا ہے۔ (۴) شیاطینِ جن و انس عمر سے بھاگتے ہیں (۵) عمر چراغِ اہلِ جنت ہیں (۶) جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اسلام عمر کی موت پر روئے گا (۷) جس نے عمر سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے محبت رکھی۔

(۸) عمر جنتی ہیں (۹) حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں:۔ کہ میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو ابوبکر اور عمر کو بھلائی سے یاد نہ کرے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرے خلیفہ سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

عثمان نام، ذوالنّورین لقب، ابوعبداللہ کنیت ہے۔ باپ کا نام عفان تھا خاندانِ قریش کے قبیلۂ بنی اُمیّہ سے تھے۔ سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں اور ماں کی طرف سے دوسری پشت میں آنحضرت صلعم سے مل جاتا ہے تجارت ذریعۂ معاش تھا بڑے دولتمند تھے، بہت سی جائداد، مکانوں، زمینوں اور غلاموں کے مالک تھے۔ گھر کا ساز و سامان اسقدر تھا کہ مکے کے بہت کم لوگ برابری کر سکتے تھے، شریفانہ اوصاف سے متصف تھے۔ مروّت اور صلۂ رحم میں خاص طور پر ممتاز مانے جاتے تھے، لڑائی جھگڑے سے بچتے تھے۔ دیانتدار تھے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، طبیعت کے حلیم اور بُردبار تھے، شراب اور بُرے مشغلوں سے آزاد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کے چند روز بعد جب آپ شام کے سفر سے واپس آئے تو سیدنا ابوبکرؓ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں لے گئے مختصر سی گفتگو اور قرآنِ مجید کی چند آیتیں سنکر فوراً مسلمان ہوگئے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ کے چچا نے قید کر کے بڑی بڑی اذیّتیں دیں لیکن آپ نہایت مضبوطی کے ساتھ اسلام پر قائم رہے۔ اور جب ظلم و ستم بہت بڑھ گیا تو آنحضرت صلعم کی اجازت سے اللہ کی راہ میں گھر بار اور پیارا وطن چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر سیدہ رقیہ کے ساتھ جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں حبشے کو ہجرت کر گئے۔ پھر جب اللہ کے پیارے رسول صلعم نے مدینے کو ہجرت فرمائی تو آپ بھی مدینے آگئے اس طرح آپ نے اللہ کی راہ میں دو ہجرتیں کیں دو ایک غزوات کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے اور جان نثاری و فداکاری کا ثبوت ہر موقع پر دیتے رہے۔ غزوہ بدر میں آنحضرت صلعم نے اپنی نورِ نظر سیدہ رقیہ کی تیمارداری کے لئے مدینے میں

چھوڑ دیا تھا۔ لیکن حسبِ ارشادِ نبوی آپ کا شمار مجاہدینِ بدر میں ہوا۔ اجر و ثواب بھی ویسا ہی پایا، مالِ غنیمت بھی برابر ملا۔ با ایں ہمہ آپ کو عدمِ شرکت کا سخت افسوس رہا۔ ہجرت کے چھٹے سال جب آنحضرت صلعم مکے تشریف لے گئے اور حدیبیہ مقام پر کفارِ مکہ کی مزاحمت سے ٹھیر گئے تھے تو سیدنا عثمانؓ ہی کو اپنا سفیر بنا کر کفارِ مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ نہایت ضروری اور نازک موقعوں پر اسلام کی مالی خدمات انجام دیں جن کے صلے میں بار بار مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے بہشت کے مژدے سنے۔ مدینے میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو بیر رومہ کہتے تھے ایک یہودی اس کا مالک تھا جو قیمت لے کر پانی بھرنے دیتا تھا۔ مسلمانوں کو غربت و عسرت کی وجہ سے پانی کی سخت تکلیف تھی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر اس کنویں کو بیس ہزار اور ایک روایت میں پینتیس ہزار میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ مسجد نبوی کی توسیع کے لئے زمین کا ایک قطعہ خرید کر اس میں شامل اور وقف کر دیا۔ غزوۂ تبوک کا زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا زمانہ تھا خدا کے برگزیدہ رسول صلعم نے چندے کی ترغیب دی۔ آپ نے ایک تہائی فوج کو جس کی تعداد سوار اور پیدل ملا کر چالیس ہزار کے قریب تھی پورے ساز و سامان سے آراستہ فرما دیا اور اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے، اور ایک ہزار اشرفیاں نقد پیش کیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فیاضی سے اس قدر خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو دست مبارک میں اچھالتے اور فرماتے تھے " آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی عمل اس کو نقصان نہ پہنچائے گا"۔ پھر سفرِ تبوک میں آنحضرت صلعم اور تمام مجاہدین کو کھانے کی سخت تکلیف ہوئی۔ آپ کو معلوم ہوا تو کھانے کی چیزیں خرید کر اور اونٹوں پر لاد کر لائے سب نے سیر ہو کر کھایا۔ کھانے کے بعد آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی۔ " اے اللہ ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔ اور جوشِ مسرت میں تین دفعہ ان الفاظ کا اعادہ فرمایا۔ آنحضرت صلعم کی

عسرت اور تنگدستی سے کڑھتے اور سخت رنجیدہ ہوتے تھے اور اکثر مالی امداد کا فخر حاصل
کرتے تھے۔ ایک دفعہ چار روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے گھر والوں
کو کچھ کھانے کو نہ ملا آنحضرت صلعم مسجد میں نماز پڑھتے اور دعا فرماتے رہے۔ اتنے میں سیدنا
عثمانؓ کو خبر لگی تو سخت ملول اور رنجیدہ ہوئے اور اسی وقت کئی اونٹوں پر آٹا گیہوں
اور کھجوریں بار کر کے لائے اور ایک بکرا اور تین سو درم نقد پیش کئے۔ آنحضرت صلعم
مسجد سے تشریف لائے اور گھر میں یہ سامان دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا
اٹھائے اور اسی طرح تین دفعہ دعا فرمائی جس طرح تبوک کے موقع پر فرمائی تھی۔ سیدنا ابوبکرؓ
کی خلافت کے زمانے میں قحط پڑا مسلمان سخت پریشان تھے۔ شام سے آپ کا ایک ہزار اونٹ
غلہ آیا تاجروں نے بہت کچھ نفع کا لالچ دیا مگر آپ نے یہ فرما کر کہ میں دس گنے نفع پر
دوں گا وہ تمام غلہ حرم نبوی کے فقرا اور مساکین پر صدقہ کر دیا۔ آپ ہر جمعے کو ایک غلام
آزاد کیا کرتے تھے اور اگر کسی جمعے کو ناغہ ہو جاتا تو دوسرے جمعے کو دو غلام آزاد کرتے۔
مسجد نبوی آنحضرت صلعم کے زمانۂ مبارک سے فاروق اعظم کے عہد خلافت تک کچی تھی
چھت کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے پٹی ہوئی تھی۔ بارش کے زمانے میں بارش موقوف
ہو جانے پر بھی دو دو دن تک ٹپکتی رہتی تھی آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں
ذاتی صرفہ سے اس کو پختہ کرا دیا۔ جب آپ کو اپنی خلافت کے زمانے میں یہ معلوم ہوا
کہ مختلف ممالک کے لوگ قرآن کو مختلف لہجوں سے پڑھ رہے ہیں تو صحابۂ کرامؓ کے
مشورے سے اس قرآن کی کئی نقلیں کرائیں جس کو سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے عہدِ خلافت
میں نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کیا تھا اور مختلف ممالک میں بھیج کر حکم دیا کہ اسی کے مطابق
پڑھا جائے یہ اسلام کی بڑی خدمت تھی۔ اسی لئے آپ کو جامعِ قرآن کہا جاتا ہے۔
اخلاق و عادات نہایت عمدہ تھے۔ اکثر خوفِ خدا سے آبدیدہ رہتے۔ موت، قبر اور
قیامت کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا۔ سامنے سے جنازہ نکلتا تو کھڑے ہو جاتے اور

اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی تر ہو جاتی رات رات بھر عبادت کرتے اکثر ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کر دیتے، روزے کثرت سے رکھتے۔ بڑے رحمدل اور خدا ترس تھے۔ مساوات کا یہ حال تھا کہ غلاموں کے ساتھ برادرانہ سلوک فرماتے۔ اس قدر دولتمندی پر سادگی اس درجہ تھی کہ معمولی غذا کھاتے، چار پانچ درم (روپے بارہ آنے) کے کپڑے استعمال فرما لیتے، سر کے نیچے چادر رکھ کر مسجد میں لیٹ جاتے۔ کوئی آتا تو وہیں اس کو پاس بٹھا لیتے۔ اپنا کام کاج اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کا اتنا اہتمام تھا کہ عمر بھر پاجامہ نہیں پہنا۔ مگر شہادت کے وقت ستر کے کھل جانے کے خیال سے مجبور ہو کر پہنا۔ حیا آپ کا مخصوص وصف تھا۔ حتیٰ کہ خود آنحضرت صلعم اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم دوسرے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ سیدنا عثمانؓ آئے تو آپ نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا "میں ایسے شخص سے کیوں شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ مروت، حسن سلوک، صلۂ رحمی، صبر وتحمل کامل طور پر آپ میں پائے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا یہ حال تھا کہ مال ودولت تو ان کے لئے وقف ہی تھی جان تک سے دریغ نہ کیا اور شہادت کے وقت جان نثاروں کی بڑی کوشش کے باوجود بھی تلوار اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔ غرض وہ تمام باتیں جو رسول اللہ صلعم کے ایک سچے جانشین میں ہونا چاہئیں آپ میں پوری طرح موجود تھیں۔ آپ سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد صحابہؓ کے اتفاق سے خلیفہ ہوئے۔ کچھ دن کم بارہ برس خلیفہ رہے۔ اس مدت کا تقریباً نصف سے زائد حصہ نہایت امن ترقی اور فتوحات کا زمانہ تھا سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد بغاوتیں پھوٹ نکلی تھیں اور بعض واقعات نہایت خطرناک پیش آئے۔ لیکن آپ کے تدبر نے نہ صرف وہ بغاوتیں فرو کیں بلکہ اسلامی اقتدار کو مستحکم کر دیا۔ فتوحات بھی کثرت سے ہوئیں۔ افریقہ فتح ہوا۔ ممالک مغربی میں کفار سے لڑائیاں

پیش آئیں اور وہاں اسلام کی کافی اشاعت ہوئی۔ جزیرہ قبرس اور بعض اور جزیرے بیسیوں
لڑائیوں کے بعد فتح ہوئے، فارس اور خراسان والوں کا زور انتقام آپ ہی کے زمانے
میں ٹوٹا۔ کابل، زابلستان، ہرات، طاغستان، فاریاب، طبرستان کے بلند میناروں پر
آپ ہی کے عہد میں اسلامی پھریرا اُڑایا گیا۔ بحری جنگ اور بحری فوج کے انتظامات کی
ابتدا آپ ہی کے زمانے میں ہوئی، محاصل ملکی میں بہت اضافہ ہوا۔ ملکی نظم و نسق کا
جو دستور العمل فاروق اعظمؓ نے مرتب کر دیا تھا وہ بعینہٖ بحال رکھا لیکن اُس میں ترقی دی۔ بعض عہدوں
کا اضافہ کیا۔ تعمیرات ہوئیں، مسجدیں، سرائیں، مہمان خانے اور دفاتر کے لیے مکانات بنوائے۔
ضروری مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ آپ کے زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کی بڑی
کثرت تھی اور خاص اہتمام سے اُن کی پرورش اور پرداخت ہوتی تھی۔ نہایت وسیع چراگاہیں
قائم کیں تھیں اُن کے گرد پانی کے چشمے کھدوائے۔ چراگاہوں کے منتظمین کے لیے مکانات
تعمیر کرائے۔ اشاعتِ اسلام میں یہ اہتمام تھا کہ جہاد میں جو قیدی آتے اُن کے سامنے
خود اسلام کی خوبیاں بیان فرماتے اور دعوتِ اسلام دیتے۔ مسلمانوں کی تعلیم کا بھی
بہت خیال تھا قرآنِ مجید کے لیے جو اہتمام آپ نے فرمایا وہ اسی سلسلے کی اہم کڑی تھی غرض
ہر حیثیت سے آپ کی خلافت کا یہ زمانہ نہایت کامیاب تھا۔ لیکن افسوس کہ منافق مدت سے
جس فکر میں تھے اس کا موقع اُن کو ہاتھ آگیا اور اُن کی فتنہ پردازیوں کے نتیجے میں جو دردناک
حادثہ پیش آیا اُس نے ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے شیرازے کو بکھیر دیا۔ عبداللہ بن سبا یہودی
نے بظاہر مسلمان ہو کر آپ کے اور سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے خلاف پروپگنڈا کیا ملکوں ملکوں
پھرا کئی جگہ سے نکالا گیا بالآخر اُس کی خاصی جماعت ہو گئی پھر خوارج کی بھی ایک جماعت
پیدا ہو گئی۔ اور سیدنا عثمان اور آپ کے عمال پر الزامات کی بوچھار شروع کر دی جلیل القدر
صحابہ نے دخیل ہو کر شکایات کو رفع کرایا خصوصاً سیدنا علیؓ نے اس فتنے کو دبانے کی بہت
کوشش کی۔ سیدنا عثمانؓ ہر طرح اُن کا اطمینان اور شکایات رفع کرنے کے لیے آمادہ ہوئے۔

لیکن پانچ چھ برس کی سازشوں اور منصوبوں پر جو محض اسلام میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے کیے گئے تھے ان صلح کاریوں کا کیا اثر پڑ سکتا تھا؟ مصریوں اور کوفیوں وغیرہ کی ایک کثیر جماعت نے بلوہ کیا اور خلیفۂ رسول اللہ صلعم کے دولتکدے کا محاصرہ کر لیا۔ مدینے میں جو با اثر صحابہ موجود تھے اُنھوں نے امیر المومنین کو ان باغیوں سے لڑنے کا مشورہ دیا۔ اور ہر طرح مدد کے لئے آمادہ ہوئے مگر آپ نے نہایت سختی سے تلوار اُٹھانے کی ممانعت فرمائی۔ پھر بھی آپ کی حفاظت کے لئے ضروری انتظامات کئے گئے۔ سیدنا علیؓ نے اپنے جگر گوشوں سیدنا امام حسنؓ و سیدنا امام حسینؓ کو دروازے پر متعین کر دیا کہ باغی اندر نہ گھسنے پائیں اور لوگ بھی حفاظت پر مقرر تھے۔ لیکن باغیوں نے ان حضرات پر بھی نگرانی قائم کر دی تھی۔ کئی روز تک کھانا پانی تک نہ پہنچ سکا اور بالآخر جمعے کے دن آپ روزے کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ باغیوں نے دیوار کود کر خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ شہادت کی خبر سے حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیامت بپا ہوگئی۔ سیدنا علیؓ سخت افسوس کرتے ہوئے تشریف لائے اور صاحبزادوں کے تپانچہ مارا کہ باغی اندر کیسے گئے؟ تمام صحابہ جو مدینے میں موجود تھے زار زار روتے اور افسوس کرتے تھے۔ سیدنا حذیفہؓ نے جو آنحضرت صلعم کے صاحب سر تھے فرمایا کہ عثمان کی شہادت سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔

اب مدینے میں باغیوں کی حکومت تھی ہر شخص ان خونی فتنہ پردازوں سے خوف زدہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس برگزیدہ ہستی کا جسم مطہر دو روز تک بے گور و کفن پڑا رہا جو رسول اللہ صلعم کا عزیز القدر داماد، شیر خدا کا ہم زلف، جیش عسرت کو ساز و سامان سے آراستہ کرنے والا، ننگوں کو کپڑا، بھوکوں کو کھانا دینے والا اور پیاسوں کے لئے بیر رومہ وقف کرنے والا تھا۔ آخر چند مسلمانوں نے جان پر کھیل کر خون آلود کپڑوں میں سپرد خاک کر دیا۔ پھر جہاں جہاں اس واقعۂ ہائلہ کی خبر پہنچی کہرام مچ گیا۔ شام میں

خون آلود کرتا اور آپ کی وفادار بیوی کی کٹی ہوئی انگلیاں پہنچیں تو ماتم برپا ہوگیا۔
اور انتقام انتقام کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

فضائل

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں آئیں اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر میرے چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے اُن کا عقد تم سے کر دیتا۔ (۲) بیعت رضوان میں آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھ کو سیدنا عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر اُن کی طرف سے بیعت فرمائی (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ عثمان سے فرشتے حیا کرتے ہیں (۴) فتنے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ عثمانؓ اُس دن حق پر ہوں گے (۵) عثمان جنتی ہیں (۶) ہر نبی کے لئے رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق یعنی جنت میں عثمان ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

چوتھے خلیفہ سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علی نام، ابوالحسن اور ابو تراب کنیت، حیدر لقب ہے۔ والد کا نام ابو طالب تھا۔ چونکہ ابو طالب کی شادی اُن کے چچا کی بیٹی فاطمہ بنت اسد سے ہوئی تھی اس لئے آپ نجیب الطرفین ہاشمی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی ہیں۔ ابو طالب خاندانی وجاہت کے ساتھ ذاتی طور پر بھی مکّے کے نہایت صاحبِ اثر شخص تھے۔ سرورِ کائنات محبوبِ ربّ العالمین نے آٹھ برس کی عمر سے ان ہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی اور نبوت کے بعد بھی ہر موقع پر سینہ سپر رہے۔ سخت سے سخت مصائب و آلام جھیلے مگر اللہ کے محبوب کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور اگرچہ مسلمان ہو کر رحمۃ للعالمین کی دلی تمنا کو پورا نہ کر سکے لیکن اسلامی خدمات میں جس ثبات و پامردی سے اُنہوں نے آپ کا ساتھ دیا اُس کو تاریخ اسلام ہمیشہ شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ دُہراتی رہے گی۔ پھر آپ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے بھی اپنے شریف النفس شوہر کے دوش بدوش اور قدم بہ قدم مکّے کے اس یتیم کے سر پر مادرانہ شفقت کا ہاتھ رکھا جب ان کی وفات ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفن کی جگہ اپنا پیراہن مُبارک پہنایا اور قبر میں لیٹ کر اُس کو بابرکت بنایا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ اسی نیک سیرت خاتون کا مجھ پر احسان ہے۔ سیّدنا علی رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے سے کوئی دس برس پہلے پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی خوشی ہوئی۔ بچپن میں آپ کو خوش ہو کر کھلاتے۔ چلنے پھرنے لگے تو اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

رہتے۔ اور پھر ابو طالب کی کنبہ داری اور قحط کی وجہ سے پریشانی دیکھی تو آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کے دوسرے دن آپ مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد ہر حال اور ہر موقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست و بازو بنے رہے چھپ چھپ کر آپ کے ساتھ عبادت کرتے اور اسلامی خدمات میں باوجود کم عمری کے آپ کا ساتھ دیتے۔ حج کے ایام میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر عام مجمعوں میں جاتے تو آپ بھی اکثر ساتھ رہتے تھے کبھی کبھی آنحضرت صلعم کے ساتھ کعبے میں جا کر بتوں کو توڑ پھوڑ کر عیب دار کر دیتے۔ جب خدا کی طرف سے عام طور پر تبلیغ کا حکم ہوا اور قریبی رشتے داروں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے کا حکم ملا تو آنحضرت صلعم نے سب کو دعوت دے کر جمع کیا اور کھانے کے بعد اسلام کی تبلیغ فرمائی اور مدد چاہی تو سب کے سب خاموش بیٹھے رہے۔ سیدنا علیؓ نے اٹھ کر عرض کیا۔ اگرچہ میں سب سے چھوٹا ہوں، اگرچہ میری آنکھیں دکھتی ہیں، اور اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ ہجرت کے موقع پر اپنی عزیز جان کو جوکھوں میں ڈال کر فداکاری اور جاں نثاری کا حق ادا کر دیا۔ کفارِ مکہ رات بھر تلواروں کی جھنکار میں خدا کے برگزیدہ رسول کے دولتکدہ کا محاصرہ کئے رہے اور شیرِ خدا تعمیلِ ارشاد میں آپ کے بستر مبارک پر اطمینان کے ساتھ سوتے رہے اور کوئی پرواہ نہ کی۔ مدینے میں مسجدِ نبوی کی تعمیر ہوئی تو جوش میں اشعار پڑھتے اور اینٹیں اور گارا لا لا کر دیتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے سوا کہ خود آنحضرت صلعم نے آپ کو اپنا جانشین بنا کر مدینے میں چھوڑ دیا تھا باقی تمام غزوات میں شریک رہے اور بہادری و مردانگی کے وہ وہ جوہر دکھائے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ غزوۂ بدر میں صفیں کی صفیں الٹ دیں، غزوۂ اُحد میں سولہ زخم کھائے مگر کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہے

اور آنحضرت صلعم کی حفاظت میں اپنی جان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ صلح حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔ جب محمدؐ رسول اللہ کے الفاظ پر کفار نے ٹوکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹا دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ لیکن آپ کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور عرض کیا خدا کی قسم میں ان الفاظ کو نہیں مٹا سکتا۔ پھر خود آنحضرت صلعم نے اپنے دستِ مبارک سے مٹائے۔ بعض موقعوں پر آنحضرت صلعم نے علمِ اسلام آپ کو عطا فرمایا۔ خیبر کی لڑائی کے وقت فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو جھنڈا دوں گا جس نے خدا اور خدا کے رسول کو راضی کر لیا ہے اور خدا و خدا کا رسول بھی اُس سے راضی ہیں"۔ چنانچہ دوسرے دن وہ جھنڈا سیدنا علیؓ کو مرحمت ہوا اور خیبر کا مستحکم قلعہ آپ ہی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ خیبر کا دروازہ جس کو کئی آدمی مل کر نہ اُٹھا سکتے تھے آپ نے اُس کو اُٹھا کر ڈھال کا کام لیا اور مسلمانوں کو اُس پر بٹھا کر قلعے کے اندر پہنچا دیا۔ خندق کی لڑائی میں عبدِ ود کے مقابلے کے لئے جو عرب کا بڑا مشہور پہلوان تھا آپ چلے تو خود آنحضرت صلعم نے عمامہ باندھا اور تلوار سجائی۔ اور جب اُس کو قتل کر کے تکبیر کہی تو آنحضرت صلعم اور صحابہؓ نے بھی خوش ہو کر تکبیر کہی۔ اس کے بعد کفار کی ہمت ٹوٹ گئی اور بالآخر خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دئے کہ کفار راتوں رات بھاگ گئے۔ فتح مکہ کے دن ملبے کا سب سے بڑا بت جو بلندی پر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے موافق آپ کے دوشِ مبارک پر چڑھ کر آپ ہی نے پاش پاش کیا اور اس طرح خدا کا پاک گھر اُس آخری نجاست سے شیرِ خدا ہی کے ہاتھ سے پاک ہوا۔ حنین کی لڑائی میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ آپ نے یہی نہیں کیا کہ ثابت قدم رہے بلکہ لشکرِ مقابل کے سردارِ لشکر کو قتل کر کے معرکے کا رنگ بدل دیا اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔ اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں کئی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بھیجا اور ہر جگہ آپ نے کامیابی حاصل کی۔ چنانچہ یمن میں قبیلہ ہمدان آپ ہی کی تبلیغ سے مسلمان ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمار داری اور تجہیز و تکفین میں آپ ہی نے زیادہ حصہ لیا۔ تمام صحابہؓ کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ سیدنا ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی آپ ضروری معاملات میں شریک رہے۔ سیدنا عمرؓ کی خلافت کے عہد میں مجلسِ شوریٰ، مجلسِ خاص، مجلسِ افتا کے معزز رُکن تھے۔ سیدنا عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں آپ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے اور آپ بھی نہایت مخلصانہ مشورے دیتے تھے۔ ایک موقع پر سیدنا عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ بیت المقدس گئے تو کاروبارِ خلافت سیدنا علیؓ ہی کے ہاتھ میں دے کر گئے۔ اس اتحاد اور خلوص ہی کا نتیجہ تھا کہ سیدنا علیؓ نے اپنی کمسن صاحبزادی سیدہ اُم کلثومؓ کا عقد سیدنا عمرؓ سے کر دیا۔ آپ سیدنا عمرؓ کے طریقِ عمل کو نہایت وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اپنے عہدِ خلافت میں اسی طرز و روش کو اختیار فرمایا جس پر سیدنا عمرؓ کاربند تھے۔ ایک دفعہ کوفے تشریف لے گئے تو لوگوں نے محل میں اُتارنے کی تیاری کی مگر آپ نے فرمایا کہ "عمر نے کبھی ان عالی شان محلوں کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا میں بھی محل میں نہ اُتروں گا"۔ چنانچہ میدان میں فروکش ہوئے۔ سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں جب مفسدین اور اشرار نے فتنہ پردازی شروع کی تو آپ نے سیدنا عثمانؓ کو نہایت پُرخلوص اور دوستانہ مشورے دئے اور بار بار فتنوں کو فرو کرنے کی سعی فرمائی۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی خبر سُنی تو حد درجہ افسوس کیا اور صاحبزادوں کے تھپڑ مارا، دوسرے لوگوں سے باز پُرس کی۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ خلافتِ اسلامی سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے حادثۂ ہائلہ کے بعد جس خطرے میں پڑ گئی تھی اُس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔ اس وقت بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کرنا آسان کام نہ تھا۔ بلوائیوں نے آپ کو خلافت کے لئے مجبور کیا مگر آپ نے قطعاً انکار کر دیا تین روز تک مسندِ خلافت بھی گویا سیدنا عثمانؓ کی دردناک شہادت کا سوگ مناتی اور خالی پڑی رہی۔ بالآخر تمام جلیل القدر صحابہؓ جو اُس وقت موجود تھے حاضر ہوئے

اور آپ سے خلافت کے لئے کہا آپ نے بکرات و مرات انکار فرمایا۔ لیکن آخر مہاجرین و انصار کے اصرار سے مجبور ہو گئے۔ مسند نشین خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلے جو کام آپ نے کیا وہ سیدنا عثمانؓ کے واقعۂ شہادت کی تفتیش تھی۔ لیکن افسوس کہ پوری کوشش کے باوجود شہید کرنے والوں کا پتہ نہ چل سکا۔ اور آپ مجبوراً خلافت کے انتظامات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن سیدنا عثمانؓ کا خونِ ناحق بغیر رنگ لائے کیسے رہتا؟ اور منافقوں کے منصوبے مسلمانوں کی تباہی کے لئے کیسے پورے ہوتے؟ سیدہ عائشہؓ حج سے واپس آرہی تھیں کہ اس حادثے کی اطلاع ملی بنی اُمیہ کے لوگ وہاں جمع ہو گئے سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ بھی انتقام کے جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ بصرے کے مقام پر یہ اجتماع ہوا۔ ادھر سے سیدنا علیؓ ایک بڑے لشکر کے ساتھ جس میں بلوائی اور سبائی جماعت کے لوگ موجود تھے پہنچے۔ باہم جواب و سوال کا نتیجہ مصالحت کے سوا اور کیا ہوتا کیونکہ دونوں طرف حق پر ور حضرات موجود تھے۔ دوسرے دن صبح کو شکوک و شبہات کا دفعیہ ہو کر صلح ہونے والی تھی کہ رات میں سیدنا علیؓ کے لشکر میں سے بلوائیوں نے صلح کو اپنے منصوبوں کے خلاف سمجھ کر عبداللہ بن سبا کے اشارے سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بے خبر لشکر پر شبخوں مارا پھر کیا تھا۔ دونوں طرف سے ہزاروں خون ہو گئے سیدہ عائشہؓ اور سیدنا علیؓ نے لشکر کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر فتنہ پھیل چکا تھا۔ دس ہزار مسلمانوں کے خون کے بعد میدان ٹھنڈا ہوا۔ سیدنا علیؓ سیدہ عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے مزاج پرسی کی اور نہایت احترام کے ساتھ ٹھیرایا اور ہر طرح کے آرام کا انتظام کیا۔ سیدہ عائشہؓ نے بھی لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میرے بچّو! مجھ سے اور علیؓ سے پہلے کوئی پرخاش نہ تھی۔ یہ لڑائی باہمی غلط فہمیوں کا نتیجہ تھا۔ سیدنا علیؓ نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا یہ ہماری ماں ہیں ان کی عزت ہمارا فرض ہے۔ پھر چالیس معزز عورتوں کے

ساتھ مدینے روانہ کر دیا دور تک خود ساتھ رہے اور ایک منزل تک صاحبزادوں کو بھیجا۔ اب معاویہؓ سے جو انتقام کے لئے بے چین تھے سابقہ پڑا۔ سیدنا علیؓ نے اُنہیں معزول کرنے کا حکم بھیجا اور بیعت کا مطالبہ کیا۔ اُنہوں نے حکم کی تعمیل نہ کی اور جواب دیا کہ مجھے بیعت میں عذر نہیں لیکن عثمانؓ کے خون کا انتقام ضروری ہے۔ سیدنا علیؓ نے صحیح واقعے کی اطلاع دے کر اپنی معذوری ظاہر فرمائی۔ مگر اس حادثۂ جانکاہ کا جو اثر اُن پر اور تمام شام کے لوگوں پر تھا اُس نے کوئی معقول عذر مسموع نہ ہونے دیا۔ جس کے نتیجے میں بڑے بڑے خونریز معرکے پیش آئے اور ہزاروں مسلمان تلوار کے گھاٹ اُتر گئے اور معاویہؓ شام کے علاقے پر بدستور حکمران رہے۔ سیدنا علیؓ کو اس کے سوا اور بھی بہت سی بغاوتوں سے سابقہ پڑا۔ ذمیوں، نومسلموں، مجوسیوں، اور مرتدوں نے بغاوتیں کیں۔ مگر شیرِ خداؓ نے نہایت خوبی کے ساتھ سب کو فرو کیا اور عفو و درگزر کی وہ مثالیں پیش کیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ ایرانیوں کے ساتھ جو لطف و مدارات اُن کی سرکشی کے بعد فرمائی اُس پر وہ نوشیروانی طرزِ جہانبانی کو بھی بھول گئے اور بیحد ممنون ہوئے۔ خارجیوں سے بھی جنگ ہوئی اور آپ نے اُن کو زیر کیا۔ سبائی فرقے کے لوگوں کو بھی سزائیں دیں۔ فتوحات کا موقع کہاں تھا۔ لیکن پھر بھی سیستان اور کابل سے آگے قدم بڑھایا۔ بحری راستے سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی۔ لیکن معاویہؓ نے پھر شورشوں کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ اور آپ نے پھر اُس کی روک تھام کی طرف توجہ مبذول فرمائی کہ اتنے میں ابن ملجم کی زہر آلود تلوار نے جامِ شہادت پلا دیا۔ اور ۲۰ رمضان جمعے کی شب میں یہ فضل وکمال اور رُشد و ہدایت کا آفتاب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کی مدتِ خلافت کل پانچ سال رہی اس مدت میں بھی آپ نے جن کارناموں کو

...یا کے سامنے پیش کیا وہ حیرت میں ڈالنے والے ہیں۔ اس نازک حالت میں زہد و اتقا،
...یانتداری اور امانت، عدل اور انصاف کے اعلیٰ نمونے پیش فرمائے اور ذرا بھی
...ے ثبات کو لغزش نہ ہوئی۔ اپنی زندگی نہایت سادہ بسر فرماتے۔ پھٹے پُرانے اور
...یوند لگے کپڑے زیب بدن فرماتے، غذا نہایت معمولی تناول کرتے اپنا کام کاج
...د اپنے ہاتھ سے کرتے، غریبوں اور فقیروں کی دعوت قبول فرماتے ہتکلف اور
...میرانہ معاشرت کو بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ غرض آپ کے اخلاق و عادات ہر حیثیت سے
...بل تقلید تھے اور کیوں نہ ہوں۔ جس نے گہوارۂ نبوت میں تعلیم و تربیت
...اصل کی ہو اُس کے فضل و کمال اور اخلاق کا کیا کہنا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل

قرآن اور حدیث میں آپ کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں:۔

(۱) غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں ایسے
...خص کو جھنڈا دوں گا جس نے خدا اور اُس کے رسول کو خوش کر لیا ہے اور
...خدا اور اُس کا رسول بھی اُس سے راضی ہیں چنانچہ دوسرے دن وہ جھنڈا
...سیدنا علیؓ کو مرحمت فرمایا۔ (۲) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آپ نے
...سیدنا علیؓ سیدہٗ فاطمہؓ، سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ کو ساتھ لیا
...ور فرمایا اے اللہ! یہ میرے کنبے کے لوگ ہیں۔ (۳) اے اللہ جو علی سے
...محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے تو اُس سے دشمنی
...رکھ (۴) بھائی چارے کے وقت آپ نے سیدنا علیؓ سے فرمایا تم دین و دنیا
...میں میرے بھائی ہو (۵) میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں۔

(۶) علی جنتی ہیں (۷) میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔
(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چہیتی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ سے آپ کا عقد ہوا اور اس طرح محبوب خدا کی دامادی کا شرف ملا۔

اللہ پاک تمام مسلمانوں کی طرف سے ان حضرات کو جزائے خیر دے اور اُن مدارجِ عالیہ پر پہنچائے جس کے یہ مستحق ہیں! ہمارے دلوں کو ان کی محبت سے بھر دے اور ان کی تقلید و پیروی نصیب کرے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
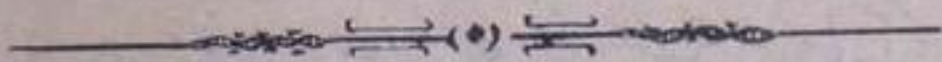
سول ایجنٹ

برائے فروخت کتاب ھذا

مولوی محمد فخرالدین ہاشم صاحب فاروقی
مالک مکتبۂ قاسمیہ نظام شاہی روڈ
حیدرآباد دکن